Postal Reg. No. PB\0258\2002

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　نحمدہٗ و نصلی علٰی رسولہ الکریم　وعلٰی عبدہ المسیح الموعود

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّ اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ

جلد 51

ایڈیٹر منیر احمد خادم

نائبین قریشی محمد فضل اللہ، منصور احمد

ہفت روزہ

بدر قادیان

The Weekly **BADR** Qadian

شمارہ 33

شرح چندہ
سالانہ 200 روپے
بیرونی ممالک
بذریعہ ہوائی ڈاک
20 پونڈ £ یا
40 امریکن ڈالر
بذریعہ بحری ڈاک
10 پونڈ £

4 جمادی الثانی 1423 ہجری 14 ظہور 1381 ہش 14 اگست 2002ء

اخبار احمدیہ

قادیان 10 اگست 2002ء (مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ انٹرنیشنل) سیدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اللہ تعالیٰ کے فضل سے بخیر و عافیت ہیں۔ الحمدللہ۔

کل حضور پُرنور نے مسجد فضل لندن میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا اور اللہ تعالیٰ کی صفت نور کی بصیرت افروز تشریح بیان فرمائی ۔

پیارے آقا کی صحت و سلامتی، کامل شفایابی، درازیٔ عمر، مقاصد عالیہ میں فائز المرامی اور خصوصی حفاظت کے لئے احباب دعائیں جاری رکھیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نوع انسان سے بہت بڑی ہمدردی تھی ایسی ہمدردی کہ اس کی نظیر دنیا میں نہیں مل سکتی

تم جو میرے ساتھ تعلق رکھتے ہو یاد رکھو کہ تم ہر شخص سے خواہ وہ کسی مذہب کا ہو ہمدردی کرو اور بلا تمیز ہر ایک سے نیکی کرو کیونکہ یہی قرآن شریف کی تعلیم ہے

﴿ارشادات عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام﴾

"یاد رکھو کہ خدا تعالیٰ نیکی کو بہت پسند کرتا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ اس کی مخلوق سے ہمدردی کی جاوے۔ اگر وہ بدی کو پسند کرتا تو بدی کی تاکید کرتا مگر اللہ تعالیٰ کی شان اس سے پاک ہے (سبحانہ تعالیٰ شانہ)۔

بعض لوگ جن کو حق کے ساتھ دشمنی ہوتی ہے جب ایسی تعلیم سنتے ہیں تو اور کچھ نہیں تو یہی اعتراض کر دیتے ہیں کہ اسلام میں ہمدردی اگر ہوتی تو آنحضرت ﷺ نے لڑائیاں کیوں کی تھیں؟ وہ نادان اتنا نہیں جانتے کہ آنحضرت ﷺ نے جو جنگ کئے وہ تیرہ برس تک خطرناک دکھ اٹھانے کے بعد کئے اور وہ بھی مدافعت کے طور پر۔ تیرہ برس تک ان کے ہاتھوں سے آپ تکالیف اٹھاتے رہے۔ مسلمان مرد اور عورتیں شہید کی گئیں۔ آخر جب آپ مدینہ تشریف لے گئے اور وہاں بھی ان ظالموں نے پیچھا نہیں چھوڑا تو خدا تعالیٰ نے مظلوم قوم کو مقابلہ کا حکم دیا اور وہ بھی اس لئے کہ شریروں کی شرارت سے مخلوق کو بچایا جائے اور ایک حق پرست قوم کے لئے راہ کھل جائے۔ آنحضرت ﷺ نے کبھی کسی کے لئے بدی نہیں چاہی۔ آپ تو رحم مجسم تھے۔ اگر بدی چاہتے تو جب آپ نے پورا تسلط حاصل کر لیا تھا اور شوکت اور غلبہ آپ کو مل گیا تھا تو آپ ان تمام آئمۃ الکفر کو جو ہمیشہ آپ کو دکھ دیتے رہتے تھے قتل کروا دیتے اور اس میں انصاف اور عقل کی رو سے آپ کا پلہ بالکل پاک تھا۔ مگر باوجود اس کے کہ عُرفِ عام کے لحاظ سے اور عقل اور انصاف کے لحاظ سے آپ کو حق تھا کہ ان لوگوں کو قتل کروا دیتے مگر نہیں، آپ نے سب کو چھوڑ دیا۔ آج کل جو لوگ غداری کرتے ہیں اور باغی ہوتے ہیں انہیں کون پناہ دے سکتا ہے .... باغی کے لئے کسی قانون میں رہائی نہیں۔ لیکن یہ آپ ہی کا حوصلہ تھا کہ اس دن آپ نے فرمایا کہ جاؤ تم سب کو بخش دیا۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو نوع انسان سے بہت بڑی ہمدردی تھی۔ ایسی ہمدردی کہ اس کی نظیر دنیا میں نہیں مل سکتی۔ اس کے بعد بھی اگر کہا جاوے کہ اسلام دوسروں سے ہمدردی کی تعلیم نہیں دیتا تو اس سے بڑھ کر ظلم اور کیا ہوگا؟

یقیناً یاد رکھو کہ مومن متقی کے دل میں شر نہیں ہوتا۔ جس قدر انسان متقی ہوتا جاتا ہے اسی قدر وہ کسی کی نسبت سزا اور ایذا کو پسند نہیں کرتا۔ مسلمان کبھی کینہ ور نہیں ہو سکتا۔ ہم خود دیکھتے ہیں کہ ان لوگوں نے ہمارے ساتھ کیا کیا ہے۔ کوئی دکھ اور تکلیف جو وہ پہنچا سکتے تھے انہوں نے پہنچایا ہے لیکن پھر بھی ان کی ہزار خطائیں بخشنے کو اب بھی تیار ہیں۔

پس تم جو میرے ساتھ تعلق رکھتے ہو یاد رکھو کہ تم ہر شخص سے خواہ وہ کسی مذہب کا ہو ہمدردی کرو اور بلا تمیز ہر ایک سے نیکی کرو کیونکہ یہی قرآن شریف کی تعلیم ہے۔ ﴿وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا﴾ (الدھر: ۹) ۔ وہ اسیر اور قیدی جو آتے تھے اکثر کفار ہی ہوتے تھے۔ اب دیکھ لو کہ اسلام کی ہمدردی کی انتہا کیا ہے۔ میری رائے میں کامل اخلاقی تعلیم بجز اسلام کے اور کسی کو نصیب ہی نہیں ہوئی۔ مجھے صحت ہو جاوے تو میں اخلاقی تعلیم پر ایک مستقل رسالہ لکھوں گا کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ جو کچھ میرا منشا ہے وہ ظاہر ہو جاوے اور وہ میری جماعت کے لئے ایک کامل تعلیم ہو اور ابتغاء مرضات اللہ کی راہیں اس میں دکھائی جائیں۔ مجھے بہت رنج ہوتا ہے جب میں آئے دن یہ دیکھتا اور سنتا ہوں کہ کسی سے یہ سرزد ہوا اور کسی سے وہ۔ میری طبیعت ان باتوں سے خوش نہیں ہوتی۔ میں جماعت کو ابھی اس بچہ کی طرح پاتا ہوں جو دو قدم اٹھاتا ہے تو چار قدم گرتا ہے۔ لیکن میں یقین رکھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ اس جماعت کو کامل کر دے گا۔ اس لئے تم بھی کوشش، تدبیر، مجاہدہ اور دعاؤں میں لگے رہو کہ خدا تعالیٰ اپنا فضل کرے کیونکہ اس کے فضل کے بغیر کچھ بنتا ہی نہیں۔ جب اس کا فضل ہوتا ہے تو وہ ساری راہیں کھول دیتا ہے"۔ (ملفوظات جلد ۷، صفحہ ۲۸۴ تا ۲۸۶)

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق تازہ اطلاع

قادیان 9 اگست (M.T.A) سیدنا حضرت اقدس امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پہلے سے بہتر ہے۔ آج حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مسجد فضل لندن میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ حضور انور کی آواز پہلے سے بہتر محسوس ہو رہی تھی۔

اس سے قبل پانچ اگست کو محترم چودھری حمید اللہ صاحب وکیل اعلیٰ تحریک جدید ربوہ نے بذریعہ فیکس حضور انور کی صحت کے متعلق دعا کی درخواست کرتے ہوئے احباب جماعت احمدیہ عالمگیر کو تحریر فرمایا تھا:

"احباب جماعت ہائے احمدیہ عالمگیر کو حضور پرنور کی صحت کے متعلق اطلاع دیتے ہوئے عرض ہے کہ جیسا کہ آپ سب جانتے ہیں کہ حضور کی طبیعت گزشتہ کچھ عرصہ سے ناساز ہے۔ حضور کی صحت کے متعلق مزید چند ٹیسٹ کئے گئے ہیں۔ جن کے تعلق سے ماہر ڈاکٹروں کی رپورٹ کا انتظار ہے۔

احباب جماعت سے حضور انور کی صحت کے متعلق درخواست دعا کرتے ہوئے عرض ہے کہ اللہ تعالیٰ ڈاکٹروں کی صحیح راہنمائی فرمائے۔ تاکہ وہ بہتر رنگ میں تشخیص کر کے علاج میں ممد و معاون ہو سکیں۔" احباب جماعت کی خدمت میں حضور انور کی صحت، درازیٔ عمر اور مقاصد عالیہ میں فائز المرامی کیلئے دعا کی درخواست ہے۔

منیر احمد حافظ آبادی ایم اے، پرنٹر و پبلشر نے فضل عمر آفسیٹ پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائٹر نگران بدر بورڈ قادیان

یوم آزادی مبارک!

15 اگست کے روز ہم اپنے وطن کی 55 ویں سالگرہ منا رہے ہیں۔ ہم اپنے محترم قارئین کی خدمت میں اور ان کے توسط سے اپنے ملک کے تمام شہریوں کی خدمت میں آزادی کی اس 55 ویں سالگرہ کی مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

ہمارے ملک نے اگرچہ بہت سے شعبوں میں ترقی کی ہے اور ایک حد تک ہمارے کچھ عوام کا معیار زندگی بلند بھی ہوا ہے لیکن جہاں ایک طرف کچھ لوگوں نے اگر ترقی کی ہے تو ہمارے ہی ملک میں کروڑوں لوگ جو پورے ملک کی آبادی کا چوتھائی حصہ ہیں غریبی کی لائن سے بھی نیچے کی زندگی گزار رہے ہیں۔ 15 اگست کے دن رہ رہ کر یہ خیال آتا ہے کہ وطن عزیز کی اتنی بڑی تعداد کب اور کس روز زندگی کی بنیادی سہولتوں کو حاصل کر سکے گی۔ کون سا وہ مبارک دن ہوگا جبکہ اس ملک کے تمام گاؤں بجلی پانی سڑکوں سکولوں اور ہسپتالوں جیسی بنیادی ضرورتوں کو اپنے اختیار میں پائیں گے۔

سب سے زیادہ افسوس کی بات یہ ہے کہ ملک میں چھوٹے طبقہ سے لے کر بڑے طبقہ تک سب ہی بدترین قسم کی کرپشن اور بددیانتی کا شکار ہیں جس کے نتیجہ میں کئی دیہاتوں میں جہاں کھمبے تو کھڑے ہیں تاریں تو ہیں لیکن ان میں کرنٹ نہیں ہے۔ پانی کے لئے ٹینکیاں ہیں لیکن سوکھی ہوئی، سڑکیں ہیں لیکن ٹوٹی ہوئی سکول ہیں لیکن عمارتیں بوسیدہ اور اساتذہ سے خالی۔ ہسپتال تو کئی دیہاتوں میں موجود نہیں ہیں۔ عوام بھی ان سہولتوں کے بغیر رہنے کے بس عادی سے ہوگئے ہیں۔ دور دراز علاقوں میں جہاں سڑکیں بھی نہیں ہیں وہاں یہ سب حال معلوم کرنے کیلئے جاتا کون ہے۔؟

یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ یہ سال ہمارے کسانوں اور غریب عوام کیلئے بہت مشکل کا سال ہے ملک کے کئی صوبے اس وقت خوفناک قسم کے سوکھے کی لپیٹ میں ہیں فصلیں تباہ ہو چکی ہیں۔ پینے کے پانی اور بجلی کی کمی ہو چکی ہے جانور بھکمری کا شکار ہیں جوہڑ و تالاب سب سوکھ گئے ہیں اور ہمارے غریب کسان خودکشی کے کنارے کھڑے ہیں ایسے میں حکومت نے ایک حد تک راحت دینے کا اعلان کیا ہے جو خوش آئند بات ہے لیکن دراصل اپنے ملک کا بہت سا سوکھا تو خود ہمارا اپنا پیدا کردہ ہے جس پر ہم 55 سال سے کنٹرول کر سکتے تھے یہ ایک تفصیلی بحث ہے۔ انشاء اللہ آئندہ اشاعت میں کسی حد تک اس پر روشنی ڈالیں گے۔

اس بدقسمتی کے ساتھ ساتھ گزشتہ چند سالوں میں ہماری سیاست نے انسان کی بنیادی ضرورتوں سے اپنی توجہ ہٹا کر مذہب کو سیاست میں داخل کرنے کا گھناؤنا کھیل کھیلنا شروع کر دیا ہے اور معصوم عوام کو مذہب کے نام پر اس قدر بہکا دیا ہے کہ ان کو مندر و مسجد اور ہندو مسلمان کے مسئلے میں الجھا کر رکھ دیا گیا ہے۔ بعض کو ہندوؤں کے ووٹوں سے دلچسپی ہے اور وہ اس لئے مندر بنانے میں دلچسپی رکھتے ہیں۔ اور بعض کو مسلمانوں کے ووٹوں سے دلچسپی ہے اور وہ مسجد کے بنوانے میں پیش پیش ہیں۔ مندر اور مسجد کے نام پر پنڈتوں اور ملاؤں کو ہاتھ میں لیکر پورے ملک میں توڑ پھوڑ اور قتل و غارت کا سلسلہ جاری ہے اور بہکے ہوئے ناسمجھ عوام ان سے یہ نہیں پوچھتے کہ مندر و مسجد تو ہم خود بنا لیں گے تم ہمیں ان بنیادی ضرورتوں کے متعلق جواب دو جس کے لئے آج سے 55 سال قبل ہندوستان کو انگریزوں کی غلامی سے آزاد کرایا گیا تھا۔ اور ان بنیادی ضرورتوں کیلئے ہم آج بھی ترس رہے ہیں۔

ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے اپنے دشمن پڑوسی سے بچنے کے لئے ایٹم بم تیار کر لیا۔ ایک بڑی فوج ہے جو دن رات سرحدوں پر چوکسی کر رہی ہے اور جس پر ملک کی سالانہ آمد کا کم و بیش ساٹھ فیصد خرچ ہو رہا ہے۔ لیکن یہی سب کچھ تو ہمارے پڑوسی نے بھی کر لیا ہے اس کے پاس بھی ایٹم بم ہے ایک معقول فوج ہے اس نے بھی غیر ممالک سے اسلحہ خریدا ہے اور وہاں کے عوام بھی بھاری بھرکم فوج کے بوجھ تلے پستے چلے جا رہے ہیں۔

ہند و پاک کے درمیان کشمیر کے مسئلہ کی عمر بھی ہماری آزادی کے عمر کے برابر ہے آخر 55 سال سے ان دونوں ملکوں نے اس مسئلہ کا حل کیوں نہیں نکالا اور اگر اب تک نہیں نکل سکا جبکہ ہمارے بہت سے قد آور لیڈر بھی اس دنیا سے گزر گئے تو آگے اس کے حل کی کیا توقع کی جا سکتی ہے۔ ادھر پاکستان بھی ہماری طرح مذہبی انتہاپسندی کا شکار ہے بلکہ پاکستان کی مذہبی انتہاپسندی بھارت سے بھی آگے نکل چکی ہے اور اس کا پھیلاؤ نہ صرف پورے پاکستان میں بلکہ افغانستان تک اس کا دائرہ وسیع ہو چکا ہے۔ جی ہاں اب اس انتہاپسندی کو کچلنے کیلئے بیرونی طاقتیں بھی اصلاح کے نام پر افغانستان و پاکستان پر حاوی ہو چکی ہیں۔ پاکستان کی مذہبی درسگاہیں اور فوجی ادارے آج مکمل طور پر بیرونی طاقتوں کے کنٹرول میں ہیں۔ یہ بات تو سچ ہے کہ پاکستان پر مسلط ہونے والی بیرونی طاقتیں کسی بھی طرح ہند و پاک کی خیر خواہ نہیں ہو سکتیں۔ آج یہ طاقتیں اپنے ہی پروردہ انتہاپسندوں کو کچلنے کیلئے افغانستان و پاکستان میں اس لئے آئی ہیں کیونکہ ان انتہاپسندوں نے ان کے اپنے مفادات پر حملہ کر دیا ہے۔ ہم تو یہاں تک کہہ سکتے ہیں کہ ان بیرونی طاقتوں کے پاکستان پر مسلط ہونے کی وجہ سے لگتا یہ ہے کہ مسئلہ کشمیر کو حل کرنا ہمارے لئے اور بھی مشکل ہو گیا ہے۔ ہم نے نصف صدی کا ایک لمبا بیش قیمت وقت فضول گنوا دیا اور اس سنگین مسئلے کو التوا میں ڈالتے ڈالتے اب سخت قسم کی مشکل سے ہم دوچار ہیں۔

بہت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے سیاستدانوں کی سوچ آج ملکی مفاد سے ہٹ کر صرف پارٹی مفادات پر مرکوز ہو چکی ہے۔ پارلیمنٹ تو بس ایک اکھاڑہ بن چکا ہے جہاں آئے دن نعرے بازی، بلاوجہ کی بیان بازی اور کام میں رکاوٹ ڈالکر روزانہ کروڑوں روپے کا ضیاع کیا جاتا ہے۔ مرکز اور صوبوں میں اس وقت مختلف پارٹیوں کے ایسے نمائندے آ چکے ہیں جو منفی سوچ رکھنے والے اور اخلاقی اعتبار سے نہایت کمزور ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بعض حساس ملکی مفادات پر بھی یکجہتی نہیں ہو پاتی۔

یہ سب دیکھ کر انسان ورطہ حیرت میں ڈوب جاتا ہے کہ ہم کہاں جا رہے ہیں ہماری منزل کدھر کو ہے اور یہ کہ شاید ہم کہیں اپنی منزل مقصود کو بھول تو نہیں گئے۔

(منیر احمد خادم)

اہل وطن کو آزادیٔ ہند کی 55 ویں سالگرہ کی مبارک باد

سالانہ اجتماع مجلس انصار اللہ بھارت

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے سالانہ اجتماع مجلس انصار اللہ بھارت کیلئے مورخہ 17-16 اکتوبر بروز بدھ و جمعرات کی تاریخوں کی منظوری مرحمت فرما دی ہے۔

لہٰذا تمام مجالس اس کے مطابق اپنی تیاریاں ابھی سے شروع کر دیں۔ اور زعماء کرام اپنی مجلس کی سالانہ کارگزاری رپورٹ مرتب کر کے 30 ستمبر تک دفتر ھذا میں پہنچا دیں۔ یاد رہے کہ ہر مجلس کا ایک ایک نمائندہ ضرور شرکت کرے۔ اجتماع کا تفصیلی پروگرام تیار کر کے بھجوایا جا رہا ہے۔ (صدر مجلس انصار اللہ بھارت)

سالانہ صوبائی اجتماع مجلس انصار اللہ آندھرا پردیش

اراکین مجلس انصار اللہ آندھرا پردیش کی اطلاع کیلئے اعلان کیا جاتا ہے کہ مجالس انصار اللہ آندھرا پردیش کا سالانہ اجتماع مورخہ یکم ستمبر 2002ء بروز اتوار حیدرآباد میں بمقام مسجد فلک نما منعقد ہوگا۔ جس میں صدر مجلس انصار اللہ بھارت بھی شرکت کر رہے ہیں۔ یہ اجتماع خالصۃً دینی ہے۔ لہٰذا تمام اراکین انصار اللہ آندھرا پردیش سے درخواست ہے کہ وہ بڑھ چڑھ کر مالی و وقتی تعاون دیں اور کوشش کریں کہ ہر مجلس کی نمائندگی ہو۔ اللہ تعالیٰ اس اجتماع کو ہر لحاظ سے کامیاب فرمائے۔ آمین۔ (ناظم انصار اللہ آندھرا پردیش)

قادیانی افسروں کو خصوصی طور پر اسرائیل بھجوانے کا نیا پاکستانی شوشہ

جماعت احمدیہ کے خلاف آئی ایس آئی کا الزام بے بنیاد

محترم سعادت احمد جاوید ایڈیشنل ناظر امور خارجہ کی اخبارات کے نام پریس ریلیز

قادیان 25 جولائی جماعت احمدیہ بھارت کے پریس سیکرٹری سعادت احمد جاوید نے لندن سے شائع ہونے والے پاکستانی اخبار ''جنگ'' کی اس خبر پر کہ بھارت نے اسرائیلی خفیہ کے تحت اپنے 3060 انٹیلی جنس اہلکاروں کو خفیہ آپریشن کے تحت اسرائیل کی خفیہ ایجنسی موساد کی مدد کرنے کیلئے اپنی پہلی کھیپ 11 سے 15 جولائی تک فلائٹ نمبر 09 کے ذریعہ ممبئی اور دہلی سے تل ابیب بھیج دی ہے اس کھیپ میں بنگلور، مدراس، کلکتہ، امرتسر، انبالہ اور میرٹھ کے اہلکار شامل ہیں۔ جبکہ ضلع گورداسپور، اور اٹاری کے قادیانی افسروں کو خاص طور پر اسرائیل بھیجا گیا ہے کیونکہ اسرائیل نے بھارتی خفیہ اداروں سے ان کی ڈیمانڈ کی تھی۔ جہاں جا کر وہ یہودیوں کی مدد کریں گے۔

اس خبر پر تعجب کا اظہار کرتے ہوئے جناب سعادت احمد جاوید نے کہا کہ حیرت کی بات ہے کہ ضلع گورداسپور کا کوئی بھی احمدی فرد کسی بھی فوجی نیم فوجی اور خفیہ ایجنسی میں نہیں اور نہ ہی اٹاری اور اس کے گرد و نواح میں کوئی احمدی رہتا ہے۔

پاکستان کی بدنام خفیہ ایجنسی آئی ایس آئی ماضی میں بھی ایسے شوشے چھیڑتی آئی ہے اور اب بھی یہ شوشہ چھیڑ کر آئی ایس آئی جماعت احمدیہ کے افراد کے تئیں دوسرے مسلمانوں کے دلوں میں نفرت پیدا کرنے کی گھناؤنی چال چل رہی ہے۔ جناب جاوید احمد نے اس قسم کی بے بنیاد جھوٹی اور منافرت آمیز خبروں کی سخت مذمت کرتے ہوئے کہا کہ عالم اسلام کیلئے جماعت احمدیہ کی خدمات روز روشن کی طرح ساری دنیا پر واضح ہیں۔

معاند احمدیت، شریر اور فتنہ پرور مفسد طاؤں کو پیش نظر رکھتے ہوئے خصوصیت سے حسب ذیل دعا بکثرت پڑھیں

اَللّٰھُمَّ مَزِّقْھُمْ کُلَّ مُمَزَّقٍ وَ سَحِّقْھُمْ تَسْحِیْقًا

اے اللہ انہیں پارہ پارہ کر دے، انہیں پیس کر رکھ دے اور ان کی خاک اڑا دے۔

خطبہ جمعہ

اَلنُّوْر وہ ذات ہے جو اپنے نور سے اندھوں کو روشنی عطا فرماتی ہے اور اپنی ہدایت سے گمراہوں کی رہنمائی فرماتی ہے۔

خدا تعالیٰ نے چاہا ہے کہ اسلام کا نور دنیا میں پھیلاوے۔ اسلام کی برکتیں اب ان مگس طینت مولویوں کی بک بک سے رک نہیں سکتیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے نور کو کمال تک پہنچائے گا اور دین کو زندہ کرے گا۔

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز – فرمودہ ۲۸؍ جون ۲۰۰۲ء بمطابق ۲۸؍ احسان ۱۳۸۱ھ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ بدر اپنی ذمہ داری پر شائع کررہا ہے

اشھد ان لا إله إلا الله وحده لا شريك له واشھد ان محمداً عبده و رسوله–

اما بعد فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم– بسم الله الرحمٰن الرحيم –

الحمدلله رب العٰلمين – الرحمٰن الرحيم – مٰلك يوم الدين – اياك نعبد و اياك نستعين –

اهدنا الصراط المستقيم – صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين–

اللہ تعالیٰ کی صفت النّور کا جو مضمون پچھلے خطبہ سے شروع کیا تھا۔ آج بھی وہی جاری رہے گا اور اللہ تعالیٰ نے چاہا تو شاید آئندہ بھی۔

سب سے پہلے "لسان العرب" سے "نور" کے کچھ معانی بیان کرتا ہوں۔ "لسان العرب" میں لکھا ہے: النّور خدا تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے۔

علامہ ابن الاثیرؒ کہتے ہیں کہ النور وہ ذات ہے جو اپنے نور سے اندھوں کو روشنی عطا فرماتی ہے اور اپنی ہدایت سے گمراہوں کی رہنمائی فرماتی ہے۔ کہا گیا ہے کہ النّور وہ ذات ہے جو ظاہر اور عیاں ہے اور جس کے دم سے ہر چیز ظہور پذیر ہے۔ پس وہ ذات جو خود بھی ظاہر ہو اور دوسری چیزوں کو بھی ظاہر کرنے والی ہو، اسے نور کہا جاتا ہے۔

﴿اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾۔ کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ اس سے مراد ہے: زمین و آسمان والوں کو ہدایت دینے والا۔ نور ظلمت کی ضد ہے اور اَلتَّنْوِیْر اس وقت کو کہتے ہیں جب صبح ہو جاتی ہے۔

اور مَنَارُ الْحَرَم سے مراد اس کی وہ حدود ہیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حرم کے گردونواح میں قائم کی تھیں اور جن سے حَرم اور حِل کی حدود کا پتہ لگتا ہے۔...... ﴿قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتَابٌ مُّبِيْنٌ﴾ میں اَلنُّوْر سے مراد آنحضرت ﷺ ہیں اور معنی یہ ہے کہ تمہارے پاس نبی اور کتاب دونوں آچکے ہیں۔ کہا گیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کسی چیز کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا: سَیَاتِیْکُمُ النُّوْرُ یعنی تمہارے پاس نور آئے گا۔

اور ﴿وَاتَّبَعُوْا النُّوْرَ الَّذِیْ اُنْزِلَ مَعَهٗ﴾ کا مطلب ہے کہ اس حق کی پیروی کرو جس کی دلوں کے ساتھ وہی نسبت ہے جو کہ نور کی آنکھوں کے ساتھ ہوتی ہے۔......

فرمایا کہ جو تعلیم محمد ﷺ لے کر آئے ہیں وہ دلوں پر اثر کرنے اور ظلمات کو دُور کرنے کے لحاظ سے نور کی طرح ہے۔ اور آنحضرت ﷺ کے حلیہ مبارک میں بیان کیا گیا ہے کہ آپ اَنْوَرُ الْمُتَجَرَّدِ یعنی خوبصورت اور چمکتے ہوئے جسم کے مالک تھے۔ (لسان العرب)

﴿یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّطْفِئُوْا نُوْرَاللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَیَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ یُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ﴾ (سورۃ التوبہ: ۳۲)۔ وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے مونہوں سے بجھا دیں۔ اور اللہ (ہر دوسری بات) رد کرتا ہے سوائے اس کے کہ اپنے نور کو مکمل کردے خواہ کافر کیسا ہی ناپسند کریں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میرے بعد تمہارے معاملات کے نگران ایسے لوگ ہوں گے جو سنّت (کے نُور) کو بجھا دیں گے اور بدعت کو رواج دیں گے اور نمازوں کو اپنے مقررہ وقت سے مؤخر کریں گے۔ راوی کہتے ہیں کہ مَیں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر مَیں ان لوگوں کو پاؤں تو کیا کروں؟۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابن امّ عبد! مجھ سے پوچھتے ہو کہ کیا عمل کروں؟۔ جو اللہ کی معصیت کا مرتکب ہو اس کی کوئی اطاعت نہیں۔

(سنن ابن ماجہ۔ کتاب الجہاد)

علامہ فخر الدین رازی سورۃ التوبہ کی آیت ﴿یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّطْفِئُوْا نُوْرَاللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَیَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ یُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ "جان لیجئے کہ اس سے یہود و نصاریٰ کے سرداروں کے ان برے افعال کا اظہار مقصود ہے جو محمد ﷺ کی نبوت کے امر کو باطل کرنے کی کوششیں کرتے ہیں۔ اس آیت میں مذکور نور سے مراد وہ دلائل ہیں جو آپ کی نبوت پر دلالت کرتے ہیں اور یہ حسب ذیل ہیں:

(۱) وہ قاہری معجزات جو آپ کے ہاتھ سے ظاہر ہوئے کیونکہ معجزات یا تو صداقت پر دلالت کرتے ہیں اگر وہ صداقت پر دلالت کرتے ہیں تو ان سے محمد ﷺ کا سچا ہونا ثابت ہو گیا اور اگر معجزات صداقت پر دلالت نہیں کرتے تو پھر یہ موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کی نبوت کی صداقت میں بھی روک ہیں۔

(۲) محمد ﷺ کا دوسرا معجزہ وہ ہے جو قرآن عظیم کی صورت میں محمد ﷺ کی زبان مبارک پر ظاہر ہوا باوجود اس کے کہ آپؐ نے اپنی اوائل عمر سے باقاعدہ تعلیم حاصل نہیں کی، نہ مطالعہ کیا، نہ استفادہ کیا اور نہ کسی کتاب کو دیکھا اور یہ قرآن کا معجزہ... آپ کے معجزات میں سے سب سے بڑا ہے۔

(۳) آپ کی شریعت کا ماحصل اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور اس کی ثنا اور اس کی اطاعت میں لگے رہنا اور نفس کو دنیا کی محبت سے ہٹانا اور اخروی سعادتوں کے حصول کی راہ پر نفس کو ڈالنا ہے۔ اور عقل اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا اسی طریق پر چل کر حاصل ہو سکتی ہے۔

(۴) آپ کی شریعت جملہ عیوب سے پاک ہے۔

اور دلائل کو نور کا نام اس سے دیا ہے کہ نور جس طرح درست امور کی طرف رہنمائی کرتا ہے اسی طرح دلائل بھی ادیان میں درست راہ کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔ (تفسیر کبیر۔ امام رازی)

علامہ ابن حیانؒ سورۃ التوبہ کی آیت ﴿یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّطْفِئُوْا نُوْرَاللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَیَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ یُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ﴾ (التوبہ: ۳۲) کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کی اور ان کی اس خواہش کی مثال کہ وہ محمد ﷺ کی نبوت کو اپنی تکذیب کے ذریعہ باطل قرار دے دیں، ایسے شخص سے دی ہے جو یہ چاہتا ہے کہ ایسے نور عظیم کو جو آفاق میں پھیلا ہوا ہے اپنی آنکھوں سے بجھا دے۔ اور نور اللہ سے مراد اللہ تعالیٰ کی وہ ہدایت ہے جو قرآن کریم میں اور اس کی تحقیقؔ کے ذریعہ کی جانے والی تفسیر کے ساتھ نازل ہوئی ہے۔

مفسرین کی ایک جماعت نے "نور" سے مراد قرآن کریم لیا ہے اور مونہوں سے نور اللہ کو بجھانا ایک کنایہ ہے جس سے مقصود یہ ہے کہ ان کی تدابیر کمزور اور تھوڑی ہیں۔ گویا اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ وہ ایک بہت بڑے معاملہ کو ایک حقیر سی کوشش کے ذریعہ ختم کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور ان کا یہ فعل پھونکوں سے نُورِ الٰہی کو بجھانے کی کوشش کرنے کی طرح ہے"۔ (تفسیر بحر المحیط)

ابن ابی حاتم نے ضحاک رضی اللہ عنہ کا ﴿یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّطْفِئُوْا نُوْرَاللّٰهِ﴾ کے بارہ میں یہ قول بیان کیا ہے کہ وہ یہ چاہتے تھے کہ محمد ﷺ اور آپ کے صحابہ ہلاک ہو جائیں تاکہ وہ اللہ کی زمین میں اللہ کی عبادت نہ کر پائیں۔ ﴿یُرِیْدُوْنَ﴾ سے مراد عرب کے کفار اور اہل کتاب ہیں جنہوں نے نبی ﷺ سے محاربت کی اور اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا"۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:-

"یہ شریر کافر اپنے منہ کی پھونکوں سے نور اللہ کو بجھانا چاہتے ہیں۔ اللہ اپنے نور کو کامل کرنے والا ہے۔ کافر بُرا مناتے ہیں۔

منہ کی پھونکیں کیا ہوتی ہیں۔ یہی کسی نے ٹھگ کہہ دیا، کسی نے دکاندار اور کافر و بے دین کہہ دیا۔ غرض یہ لوگ ایسی باتوں سے چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نُور کو بجھادیں مگر وہ کامیاب نہیں ہو سکتے۔ نور اللہ کو بجھاتے بجھاتے خود ہی جل کر ذلیل ہو جاتے ہیں۔"

(الحکم۔ جلد ۵۔ نمبر ۳۔ بتاریخ ۲۴/جنوری ۱۹۰۱ء۔ صفحہ ۳)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام مزید فرماتے ہیں:-

"یہ لوگ اپنے منہ کی لاف و گزاف سے بکتے ہیں کہ اس دین کو کبھی کامیابی نہ ہوگی۔ یہ دین ہمارے ہاتھ سے تباہ ہو جاوے گا لیکن خدا کبھی اس دین کو ضائع نہیں کرے گا اور نہیں چھوڑے گا جب تک اس کو پورا نہ کرے .... اب قرآن شریف موجود ہے۔ حافظ بھی بیٹھے ہیں۔ دیکھ لیجئے کہ کفار نے کس دعویٰ کے ساتھ اپنی رائیں ظاہر کیں کہ یہ دین ضرور معدوم ہو جائے گا اور ہم اس کو کالعدم کردیں گے اور اُن کے مقابل پر یہ پیشین گوئی کی گئی جو قرآن شریف میں موجود ہے کہ ہر گز تباہ نہیں ہوگا، یہ ایک بڑے درخت کی طرح ہو جائے گا اور پھیل جائے گا اور اس میں بادشاہ ہوں گے۔" (جنگ مقدّس۔ رونیداد ۵/جون ۱۸۹۳ء)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مزید فرماتے ہیں:-

"اللہ تعالیٰ نے اس مبارک زمانہ میں چاہا ہے کہ اس کا جلال ظاہر ہو۔ اب کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔ جس طرح پہلے صحابہ کے زمانہ میں چاروں صفات کی ایک خاص تجلّی ظاہر ہوئی تھی۔ اب پھر وہی زمانہ ہے اور ربوبیت کا وقت آیا ہے نادان مخالف چاہتے ہیں کہ بچہ کو الگ کردیں مگر خدا کی ربوبیت نہیں چاہتی کہ بارش کی طرح اس کی رحمت برس رہی ہے۔ یہ مولوی حامی دین کہلانے والے مخالفت کر کے چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نور کو بجھادیں مگر یہ نور پورا ہو کر رہے گا، اسی طرح جس طرح اللہ نے چاہا ہے۔" (ملفوظات جلد دوم صفحہ ۱۹۲)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:-

"ان لوگوں کا بجز اِس کے اَور کچھ منشاء نہیں کہ چاہتے ہیں کہ نورِ الٰہی کو اپنے مُنہ کی پھونکوں سے بجھادیں مگر وہ بجھ نہیں سکتا کیونکہ خدا کے ہاتھ نے اس کو روشن کیا ہے۔ نہ معلوم کہ میری تکذیب کے لئے اِس قدر کیوں مصیبتیں اٹھا رہے ہیں۔ اگر آسمان کے نیچے میری طرح کوئی اَور بھی تائید یافتہ ہے اور میرے اس دعویٰ مسیح موعود ہونے کا مکذب ہے تو کیوں وہ میرے مقابل پر میدان میں نہیں آتا؟ عورتوں کی طرح باتیں بنانا یہ طریق کس کو نہیں آتا۔ ہمیشہ بے شرم منکر ایسا ہی کرتے رہے ہیں۔ لیکن جبکہ مَیں میدان میں کھڑا ہوں اور تیس ہزار کے قریب عقلاء اور علماء اور فقراء اور فہیم انسانوں کی جماعت میرے ساتھ ہے اور بارش کی طرح آسمانی نشان ظاہر ہو رہے ہیں تو کیا صرف مُنہ کی پھونکوں سے یہ الٰہی سلسلہ برباد ہو سکتا ہے؟ کبھی برباد نہیں ہوگا۔ وہی برباد ہوں گے جو خدا کے انتظام کو نابود کرنا چاہتے ہیں۔" (تحفہ گولڑویہ۔ روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۱۸۰۔۱۸۱)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام مزید فرماتے ہیں:-

"اگر یہ سلسلہ غیر اللہ کی طرف سے ہوتا تو یہ پیشگوئیاں پوری نہ ہوتیں اور مَیں بھی اس طرح ہلاک ہو جاتا جیسے مفتری ہلاک ہوتے ہیں۔ تم دیکھ رہے ہو کہ میری جماعت بڑی تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ دشمنوں نے تو خدا کے نُور کو بجھانے کی کوشش میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا تھا مگر اللہ کا نُور پورا ہو کر رہا اور وہ اس نور سے ڈر کر بھاگ کھڑے ہوئے اور بلوں میں جا گھسے۔ انہوں نے جانتے بوجھتے ہوئے کینہ نہ چھوڑا۔

کیا یہ سب باتیں غیر اللہ کی طرف سے ہیں؟ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ شرم سے کام نہیں لیتے اور غور و فکر نہیں کرتے؟ کیا تم اللہ تعالیٰ سے ٹوٹے ہوئے اسلحہ اور بندھے ہوئے ہاتھوں سے لڑتے ہو؟ تم پر ہلاکت ہو اور اس پر بھی جو تم کرتے ہو"۔ (تذکرۃ الشہادتین۔ روحانی خزائن۔ جلد ۲۰۔ صفحہ ۸۶)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:-

"یاد رکھیں کہ ان کی عداوت سے اسلام کو کچھ بھی ضرر نہیں پہنچ سکتا۔ کیڑوں کی طرح خود ہی مرجائیں گے۔ مگر اسلام کا نور دن بدن ترقی کرے گا خدا تعالیٰ نے چاہا ہے کہ اسلام کا نور دنیا میں پھیلاوے اسلام کی برکتیں اب ان مگس طینت مولویوں کی بک بک سے رک نہیں سکتیں۔ خدا تعالیٰ نے مجھے مخاطب کر کے صاف لفظوں میں فرمایا ہے۔ أنَا الفتّاحُ أفْتَحُ لك. ترى نصرًا عجيبًا و يَخِرُّوْنَ علىٰ المساجِدِ...... ایک اور الہام میں چند دفعہ تکرار اور کسی قدر اختلاف الفاظ کے ساتھ فرمایا کہ۔ "میں تجھے عزت دوں گا اور بڑھاؤں گا اور تیرے آثار میں برکت رکھ دوں گا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے"۔

اب اے مولویو! اے بخل کی سرشت والو! اگر طاقت ہے تو خدا تعالیٰ کی ان پیشگوئیوں کو ٹال کر دکھلاؤ۔ ہر یک قسم کے فریب کام میں لاؤ۔ کوئی طاقت فریب اٹھا نہ رکھو پھر دیکھو کہ آخر خدا تعالیٰ کا ہاتھ غالب رہتا ہے یا تمہارا۔" (تبلیغ رسالت جلد دوم صفحہ ۹۲)

اب الہام ہے ۱۸۸۳ء کا: يُرِيْدُونَ اَنْ يُّطفِئُوْا نورَاللّٰهِ. قُلِ اللّٰهُ حافِظُهٗ. عِنَايَةُ اللّٰهِ حَافِظُكَ. نَحْنُ نَزَّلْنَاهُ وَ اِنَّا لَهٗ لَحَافِظُون. اَللّٰهُ خَيرٌ حَافِظًا وَّهُوَاَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ۔ "مخالف لوگ ارادہ کریں گے کہ تا خدا کے نُور کو بجھادیں۔ کہہ خدا اُس نور کا آپ حافظ ہے۔ عنایت الٰہیہ تیری نگہبان ہے۔ ہم نے اتارا ہے اور ہم ہی محافظ ہیں۔ خدا خیر الحافظین ہے اور وہ ارحم الراحمین ہے۔" (تذکرہ۔ صفحہ ۱۰۷۔ مطبوعہ ۱۹۶۹ء)

الہام ۱۸۹۳ء: "اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِىْ جَعَلَكَ الْمَسِيْحَ ابنَ مَرْيَمَ. قُلْ هٰذَا فَضْلُ رَبِّى وَ اِنِّى اُجَرِّدُ نَفْسِىْ مِنْ ضُرُوْبِ الْخِطَابِ. وَ اِنِّى اَحَدٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ. يُرِيدُونَ اَنْ يُّطْفِئُوْا نُورَاللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ يُتِمُّ نُورَهٗ وَيُحْيِ الدِّيْنَ. نُرِيْدُ اَنْ نُّنَزِّلَ عَلَيْكَ اٰيَاتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَ نُمَزِّقَ الْاَعْدَآءَ كُلَّ مُمَزَّقٍ. حُكْمُ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ لِخَلِيْفَةِ اللّٰهِ السُّلْطَانِ."

ترجمہ:- تمام تعریف اللہ کے لئے ہے۔ جس نے تجھے مسیح ابن مریم بنایا۔ کہہ یہ میرے ربّ کا فضل ہے اور مَیں تو اپنے آپ کو تمام قسم کے خطابات سے الگ رکھتا ہوں۔ اور مَیں تو مسلمانوں میں سے ایک ہوں۔ وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ کی پھونکوں سے بجھادیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ اپنے نور کو کمال تک پہنچائے گا۔ اور دین کو زندہ کرے گا۔ ہم تجھ پر آسمان سے نشانات اُتارنا چاہتے ہیں۔ اور دشمنوں کو بالکل منتشر کر دینا چاہتے ہیں۔ خدائے رحمان کا حکم ہے اس کے خلیفہ کے لئے جس کی بادشاہت آسمانی ہے۔" (تذکرہ۔ صفحہ ۲۲۰۔۲۲۱۔ مطبوعہ ۱۹۶۹ء)

پھر الہام ہے ۱۹/اکتوبر ۱۹۰۲ء کا:- "يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِئُوْا نُوْرَكَ. يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفُوْا عِرْضَكَ. اِنِّىْ مَعَكَ وَ مَعَ اَهْلِكَ". (بدر۔ جلد اوّل۔ نمبر ۲۔ بتاریخ ۷/نومبر ۱۹۰۲ء۔ صفحہ ۱۰)

دشمن ارادہ کریں گے کہ تیرے نُور کو بجھادیں۔ وہ تیری آبروریزی کرنا چاہیں گے۔ مگر مَیں تیرے ساتھ اور تیرے اہل کے ساتھ ہوں گا۔ (تذکرہ۔ صفحہ ۴۳۶۔ مطبوعہ ۱۹۶۹ء)

پھر آیت ہے: ﴿هُوَالَّذِىْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّ قَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ . مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ. يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ﴾ (سورۃ یونس: ۱۶)۔ وہی ہے جس نے سورج کو روشنی کا ذریعہ بنایا اور چاند کو نور، اور اس کے لئے منزلیں مقرر کیں تاکہ تم سالوں کی گنتی اور حساب سیکھ لو۔ اللہ نے یہ (سب کچھ) پیدا نہیں کیا مگر حق کے ساتھ۔ وہ آیات کو ایک ایسی قوم کے لئے کھول کھول کر بیان کرتا ہے جو علم رکھتے ہیں۔

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان کھڑے ہوئے اور پانچ باتیں بیان فرمائیں۔ آپؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سوتا نہیں اور نہ ہی سونا اُسے زیبا ہے۔ وہ عدل (کے ترازو) کو جھکاتا ہے اور کبھی بلند کرتا ہے۔ رات کے وقت کئے گئے اعمال دن کے اعمال سے پہلے اس کے حضور پیش کئے جاتے ہیں اور دن کے اعمال رات کے اعمال سے پہلے اس کے حضور پیش کئے جاتے ہیں۔ اس کا حجاب نُور ہے۔ اگر وہ اُسے اتار دے تو اس کے چہرے کے انوار اور جلال اور عظمت، حد نظر تک اس کی مخلوق کو جلا ڈالیں۔ (سنن ابن ماجہ۔ کتاب المقدمہ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ رات کو جب تہجد پڑھتے تو یہ دعا کرتے: اے ہمارے اللہ تمام تعریفیں تیرے ہی لئے ہیں۔ آسمانوں اور زمین کو تو ہی قائم رکھنے والا ہے، تمام تعریفیں تیرے لئے ہیں۔ تُو ہی زمین اور آسمانوں اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کا ربّ ہے۔ تمام تعریفیں تیرے ہی لئے ہیں۔ تُو آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے، سب کا نُور ہے۔ تُو حق ہے۔ تیرا قول حق ہے، تیرا وعدہ حق ہے، تیری ملاقات حق ہے، جنت حق ہے، جہنم حق ہے اور قیامت حق ہے۔ اے میرے اللہ! مَیں تیری ہی فرمانبرداری اختیار کرتا ہوں اور تجھ پر ہی ایمان لایا ہوں اور تجھ پر ہی توکل کرتا ہوں اور اپنے تمام جھگڑے تیرے ہی حضور پیش کرتا ہوں۔ اور تجھ سے ہی فیصلہ طلب کرتا ہوں میری اگلی اور پچھلی، ظاہری اور پوشیدہ تمام خطائیں معاف فرما اور وہ خطائیں بھی جنہیں تُو مجھ سے زیادہ جانتا ہے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ (بخاری، کتاب التوحید)

تاج العروس میں لکھا ہے کہ علامہ زَمَخْشَرِی کہتے ہیں کہ ضیاء میں نور سے زیادہ شدت ہوتی

ہے۔ فرمایا جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَاءً وَالْقَمَرَ نُوْرًا یعنی اُس نے سورج کو روشنی کا ذریعہ بنایا اور چاند کو نُور۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ضیاء ذاتی روشنی کو کہتے ہیں جبکہ نور مستعار روشنی کو کہتے ہیں۔

(تاج العروس)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

”چونکہ خدا تعالیٰ نے ابتدا سے یہی چاہا کہ اس کی مخلوقات یعنی نباتات، جمادات، حیوانات یہاں تک کہ اجرام علوی میں بھی تفاوت مراتب پایا جائے اور بعض مفیض اور بعض مستفیض ہوں اس لئے اُس نے نوعِ انسان میں بھی یہی قانون رکھا اور اسی لحاظ سے دو طبقہ کے انسان پیدا کئے۔ اوّل وہ جو اعلیٰ استعداد کے لوگ ہیں جن کو آفتاب کی طرح بلاواسطہ ذاتی روشنی عطا کی گئی ہے۔ دوسرے وہ جو درجہ دوم کے آدمی ہیں جو اس آفتاب کے واسطہ سے نُور حاصل کرتے ہیں اور خود بخود حاصل نہیں کرسکتے۔ ان دونوں طبقوں کے لئے آفتاب اور ماہتاب نہایت عمدہ نمونے ہیں جس کی طرف قرآن شریف میں اِن لفظوں میں اشارہ فرمایا گیا ہے کہ ﴿وَالشَّمْسِ وَ ضُحٰهَا وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا﴾ جیسا کہ اگر آفتاب نہ ہو تو ماہتاب کا وجود بھی ناممکن ہے۔ اسی طرح اگر انبیاء علیہم السلام نہ ہوں جو نفوس کاملہ ہیں تو اولیاء کا وجود بھی حیّزِ امکان سے خارج ہے“۔ یعنی امکان میں ہو ہی نہیں سکتا، ناممکن ہے۔ ”اور یہ قانون قدرت ہے جو آنکھوں کے سامنے نظر آرہا ہے۔“

(ست بچن۔ روحانی خزائن۔ جلد ۱۰۔ صفحہ ۱۸۹۔۱۹۰)

﴿الٓرٰ. کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَیْکَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ. بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰی صِرَاطِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ﴾۔ (سورۃ ابراہیم :۲)

أَنَا اللّٰهُ أَرٰی: میں اللہ ہوں۔ میں دیکھتا ہوں۔ یہ ایک کتاب ہے جو ہم نے تیری طرف اتاری ہے تاکہ تو لوگوں کو ان کے ربّ کے حکم سے اندھیروں سے نور کی طرف نکالتے ہوئے اس راستہ پر ڈال دے جو کامل غلبہ والے (اور) صاحبِ حمد کا راستہ ہے۔

حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ یقیناً قرآن اللہ کی طرف سے دعوت ہے، اس کی دعوت سے جس قدر ہوسکے فائدہ اٹھاؤ۔ یقیناً قرآن اللہ کی رسی اور نور مبین ہے اور نفع بخش شفا ہے۔ اور حفاظت کا ذریعہ ہے ہر اُس شخص کے لئے جو اس کو مضبوطی سے تھام لیتا ہے۔ اور نجات ہے اس کے لئے جو اس کی پیروی کرتا ہے۔ ایسا شخص راستی سے نہیں ہٹتا کہ بعد میں اُسے معذرت کرنی پڑے اور نہ وہ کج روی اختیار کرتا ہے تا اسے درست کرنا پڑے۔ قرآن کریم کے عجائبات ختم نہیں ہوتے۔ پڑھنے والا اس کو بار بار پڑھنے سے اکتاتا نہیں۔ پس تم اس کو پڑھا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کی تلاوت کے نتیجے میں ہر حرف پر دس نیکیوں کا ثواب دیتا ہے۔ مَیں یہ نہیں کہتا کہ الٓمٓ ایک حرف ہے بلکہ ان میں سے الف پر دس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے اور لام پر بھی دس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے اور میم پر بھی دس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے۔ (سنن الدارمی۔ فضائل القرآن)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ فرماتے ہیں:۔

”یہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو ظلمات سے نُور کی طرف نکالنے والا فرمایا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک وقت انسان پر ایسا گزرتا ہے کہ اس کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا وعظ موجب بنتا ہے ظلمات سے نکال کر نُور کی طرف لے جانے کا۔ مگر ایک اَور جگہ پر فرمایا ہے ﴿اللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ﴾ (البقرۃ:۲۵۸)۔ گویا وہی نسبت جو پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی طرف فرمائی، پھر اللہ نے وہی کام اپنی طرف منسوب فرمایا۔ یہ بات قابل غور ہے۔ ......

نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس لوگ آتے تو آپ کی باتیں سنتے اور آہستہ آہستہ وہی باتیں دل کے اندر گڑ جاتیں اور اس طرح پر ان کو اسلام سے ایمان کا رتبہ ملتا اور وہ کئی ظلمات سے نکل کر نُور میں آجاتے۔ پہلی ظلمت تو کفار کی مجلس تھی جس کو چھوڑ کر وہ حضور نبوی میں آئے۔ ﷺ“۔

(خطبات نور۔ صفحہ ۴۲۸۔۴۲۹)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔ ”یہ ہماری کتاب ہے جس کو ہم نے تیرے پر اس غرض سے نازل کیا ہے کہ تا تُو لوگوں کو کہ جو ظلمت میں پڑے ہوئے ہیں، نُور کی طرف نکالے۔ سو خدا نے اُس زمانے کا نام ظُلماتی زمانہ رکھا۔“ (براہین احمدیہ۔ حصہ چہارم۔ صفحہ ۵۴۰۔۵۴۱۔ طبع اوّل)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

”یہ عالی شان کتاب ہم نے تجھ پر نازل کی تاکہ تُو لوگوں کو ہر یک قسم کی تاریکی سے نکال کر نُور میں داخل کرے۔ یہ اس طرف اشارہ ہے کہ جس قدر انسان کے نفس میں طرح طرح کے وساوس گزرتے ہیں اور شکوک و شبہات پیدا ہوتے ہیں اُن سب کو قرآن شریف دُور کرتا ہے اور ہر یک طور کے خیالاتِ فاسدہ کو مٹاتا ہے اور معرفتِ کامل کا نور بخشتا ہے یعنی جو کچھ خدا کی طرف رجوع ہونے اور اُس پر یقین لانے کے لئے معارف و حقائق درکار ہیں، سب عطا فرماتا ہے۔“

(براہین احمدیہ۔ حصہ سوم۔ صفحہ ۲۰۵۔ حاشیہ نمبر ۱۱۔ طبع اوّل)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مزید فرماتے ہیں:۔

”وجودِ مبارک حضرت خاتم الانبیاء ﷺ میں کئی نور جمع تھے۔ سو اُن نوروں پر ایک اَور نور آسمانی جو وحی الٰہی ہے وارد ہو گیا اور اُس نور کے وارد ہونے سے وجودِ باجود خاتم الانبیاء کا مجمع الانوار بن گیا۔ پس اس میں یہ اشارہ فرمایا کہ نورِ وحی کے نازل ہونے کا یہی فلسفہ ہے کہ وہ نور پر ہی وارد ہوتا ہے تاریکی پر وارد نہیں ہوتا کیونکہ فیضان کے لئے مناسب شرط ہے اور تاریکی کو نُور سے کچھ مناسبت نہیں بلکہ نُور کو نور سے مناسبت ہے اور حکیم مطلق بغیر رعایتِ مناسبت کوئی کام نہیں کرتا۔ ایسا ہی فیضانِ نُور میں بھی اُس کا یہی قانون ہے کہ جس کے پاس کچھ نُور ہے اُس کو اَور نُور بھی دیا جاتا ہے اور جس کے پاس کچھ نہیں ا[illegible]کو کچھ نہیں دیا جاتا۔ جو شخص آنکھوں کا نور رکھتا ہے وہی آفتاب کا نُور پاتا ہے اور جس کے پاس آنکھوں کا نُور نہیں وہ آفتاب کے نُور سے بھی بے بہرہ رہتا ہے اور جس کو فطرتی نُور کم ملا ہے اُس کو دوسرا نُور بھی کم ہی ملتا ہے اور جس کو فطرتی نُور زیادہ ملا ہے اس کو دوسرا نُور بھی زیادہ ہی ملتا ہے اور انبیاء منجملہ سلسلہ متفاوتہ فطرتِ انسانی کے وہ افرادِ عالیہ ہیں جن کو اس کثرت اور کمال سے نورِ باطنی عطا ہوا ہے کہ گویا وہ نورِ مجسم ہوگئے ہیں۔ اِسی جہت سے قرآن شریف میں آنحضرت ﷺ کا نام نُور اور سراج منیر رکھا ہے جیسا فرمایا ہے: ﴿قَدْ جَآءَ کُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ کِتَابٌ مُّبِیْنٌ﴾ (الجزو ۲) ﴿وَدَاعِیًا اِلَی اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیْرًا﴾ (الجزو ۲۲) یہی حکمت ہے کہ نُورِ وحی جس کے لئے نورِ فطرتی کا کامل اور عظیم الشان ہونا شرط ہے صرف انبیاء کو ملا اور انہیں سے مخصوص ہوا۔“

(براہین احمدیہ۔ حصہ سوم۔ روحانی خزائن جلد اوّل۔ حاشیہ صفحہ ۱۹۵۔۱۹۶)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

”خدا سے پورے طور پر ڈرنا بجز یقین کے کبھی ممکن نہیں۔ تقویٰ کی باریک راہوں پر قدم مارنا اور اپنے عمل کو ریاکاری کی ملونی سے پاک کر دینا بجز یقین کے کبھی ممکن نہیں۔ ایسا ہی دنیا کی دولت اور حشمت اور اس کی کیمیا پر لعنت بھیجنا اور بادشاہوں کے قرب سے بے پروا ہو جانا اور صرف خدا کو اپنا ایک خزانہ سمجھنا بجز یقین کے ہرگز ممکن نہیں۔ اب بتلاؤ اے مسلمان کہلانے والو کہ ظلماتِ شک سے نورِ یقین کی طرف تم کیونکر پہنچ سکتے ہو۔ یقین کا ذریعہ تو خدا کا کلام ہے جو یُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَی النُّوْرِ کا مصداق ہے۔“ (نزول المسیح۔ صفحہ ۹۲)

الہام ۱۸۹۳ء: ”اللہ جل شانہٗ کی قسم ہے کہ مجھے صاف طور پر اللہ جل شانہٗ نے اپنے الہام سے فرمادیا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام بلا تفادت ایسا ہی انسان تھا جس طرح اَور انسان ہیں۔ مگر خدا تعالیٰ کا سچا نبی اور اس کا مُرسل اور برگزیدہ ہے۔ اور مجھ کو یہ بھی فرمایا کہ جو مسیح کو دیا گیا، وہ بمتابعت نبی علیہ السلام تجھ کو دیا گیا ہے اور تُو مسیح موعود ہے اور تیرے ساتھ ایک نورانی حربہ ہے جو ظلمت کو پاش پاش کر دے گا اور یکسر الصلیب کا مصداق ہوگا۔“ (حجۃ الاسلام۔ صفحہ ۹)

یہ الہام ہے ۱۸۹۶ء کا: ”مَیں اپنی چمکار دکھلاؤں گا۔ اپنی قدرت نمائی سے تجھ کو اٹھاؤں گا اور تیری برکتیں پھیلاؤں گا۔ یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔“

(تذکرہ۔ صفحہ ۲۸۱۔ مطبوعہ ۱۹۶۹ء)

تبلیغ دین و نشرِ ہدایت کے کام پر ☆ مائل رہے تمہاری طبیعت خدا کرے

JANIC EXIMP

Manufacturers & Exporters of All kinds of Fashion Leather Products & General order Suppliers & Importers.

Off : 16D, Topsia 2nd Lane
Mullapara, Near Star Club
Calcutta - 700039

Ph. 3440150
Tle. Fax : 3440150
Pager No.: 9610 - 606266

اسلام میں عورت کا مقام

خطاب سیدنا حضرت خلیفة المسیح الرابع ایده الله تعالیٰ بنصره العزیز
بر موقعہ جلسہ سالانہ (مستورات) جماعت احمدیہ برطانیہ
(فرمودہ یکم اگست ۱۹۸۷ء)

(تیسری قسط)

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انور ایدہ اللہ نے سورۃ النساء کی درج ذیل آیت کی تلاوت کی:

﴿اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰہُ بَعْضَھُمْ عَلٰی بَعْضٍ وَّ بِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِھِمْ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَیْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰہُ وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَھُنَّ فَعِظُوْھُنَّ وَاھْجُرُوْھُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْھُنَّ فَاِنْ اَطَعْنَکُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَیْھِنَّ سَبِیْلًا. اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلِیًّا کَبِیْرًا.﴾

(سورۃ النساء آیت ۳۵)

اور پھر فرمایا:

گزشتہ سال میں نے خواتین میں خطاب کے لئے اسلام اور عورت کا مضمون چنا تھا لیکن اس موضوع میں ابھی کئی پہلو تشنہ تھے کہ وقت ختم ہو گیا اس لئے میں نے گزشتہ سال یہ وعدہ کیا تھا کہ انشاء اللہ جہاں سے مضمون چھوڑا ہے وہیں سے اٹھا کر اس مضمون کو آئندہ سال مکمل کرنے کی کوشش کروں گا۔ آج کے خطاب کیلئے جس آیت کا میں نے انتخاب کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس آیت کے دو ایسے پہلو ہیں جن پر اہل مغرب کو شدت سے اعتراض ہے اور جب بھی عورت کے متعلق اسلام کی تعلیم دنیا کے سامنے پیش کی جاتی ہے تو زیادہ تر اسی آیت میں مضمر ان دو پہلوؤں کو اچھالا جاتا ہے۔ اور ان دو پہلوؤں کو سامنے لا کر دنیا کے سامنے یہ تصور پیش کیا جاتا ہے کہ اسلام بہر حال عورت کے قبول کرنے کے لائق چیز نہیں کیونکہ یہ ایک ایسا مذہب ہے جس نے عورت پر ظلم کو سراہا، اس کی تائید کی اور خود ظلم کی تعلیم دی۔ کچھ پہلو اس سلسلہ میں پچھلے سال بیان ہو گئے تھے۔ اب میں بقیہ پہلوؤں کو اس آیت کریمہ کی روشنی میں آپ کے سامنے پیش کروں گا۔

پہلا حصہ جس پر اعتراض ہے وہ یہ ہے۔ ﴿اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰہُ بَعْضَھُمْ عَلٰی بَعْضٍ وَّ بِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِھِمْ﴾ کہ مرد عورتوں پر قوّام ہیں کیونکہ خدا تعالیٰ نے بعض کو بعض پر بعض پہلوؤں سے فضیلت بخشی ہے اور اس وجہ سے بھی وہ قوّام ہیں کہ وہ گھر کو چلانے میں اموال خرچ کرتے ہیں۔ ﴿فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَیْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰہُ﴾ پس وہ پاک دامن نیک بیبیاں جو فرماں بردار ہیں اور غیب میں اپنے خاوند کے حقوق کی حفاظت کرنے والی ہیں۔ وہ حقوق جو اللہ تعالیٰ نے ان پر عائد فرمائے۔ ﴿وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَھُنَّ﴾۔ لیکن وہ عورتیں جن سے تم بغاوت کے آثار پاؤ اور خائف ہو کہ وہ باغیانہ سلوک کریں گی ان کے ساتھ کیا سلوک کرو۔ فرمایا ﴿فَعِظُوْھُنَّ﴾۔ تم ان کو نصیحت کرو ﴿وَاھْجُرُوْھُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ﴾۔ ان کو اپنے بستروں میں الگ چھوڑ دو ﴿وَاضْرِبُوْھُنَّ﴾ اور ان کو مارو۔ ﴿فَاِنْ اَطَعْنَکُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَیْھِنَّ سَبِیْلًا﴾ اگر وہ تمہاری اطاعت کرنے لگیں تو پھر تمہیں ان پر ہاتھ اٹھانے کا کوئی حق نہیں ہے۔ ﴿اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلِیًّا کَبِیْرًا﴾۔ یقیناً اللہ بہت بلند (اور) بہت بڑا ہے۔

﴿اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ﴾ کا ایک معنی یہ لیا جاتا ہے کہ مرد عورتوں پر حاکم بنائے گئے ہیں۔ اور ﴿بِمَا فَضَّلَ اللّٰہُ﴾ کا ایک معنی یہ لیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ہر پہلو میں عورت پر فضیلت بخشی ہے۔ چنانچہ اہل مغرب یہ اعتراض کرتے ہیں کہ قرآن کریم سے پتہ چلتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے مرد کو بنایا ہی ہر پہلو سے بہتر ہے اور اس وجہ سے وہ عورت پر حکم چلانے کا حق رکھتا ہے۔ حالانکہ دونوں جگہ معنے غلط کئے گئے ہیں۔

مردوں کے عورتوں پر قوّام ہونے کی حقیقی تفسیر

سب سے پہلے تو یہ لفظ ﴿قوّام﴾ کو دیکھتے ہیں۔ قوّام کہتے ہیں ایسی ذات کو جو اصلاح احوال کرنے والی ہو۔ جو درست کرنے والی ہو، جو ٹیڑھے پن اور کجی کو صاف سیدھا کرنے والی ہو۔ چنانچہ قوّام اصلاح معاشرہ کے لئے ذمہ دار شخص کو کہا جائے گا۔

پس ﴿قَوّٰمُوْنَ﴾ کا حقیقی معنی یہ ہے کہ عورتوں کی اصلاح معاشرہ کی اوّل ذمہ داری مرد پر ہوتی ہے۔ اگر عورتوں کا معاشرہ بگڑنا شروع ہو جائے، ان میں کج روی پیدا ہو جائے، ان میں ایسی آزادیوں کی رو چل پڑے جو ان کے عائلی نظام کو تباہ کرنے والی ہو تو عورت پر دوش دینے سے پہلے مرد اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں کیونکہ خدا تعالیٰ نے ان کو نگران مقرر فرمایا تھا۔ معلوم ہوتا ہے انہوں نے اپنی بعض ذمہ داریاں اس سلسلہ میں ادا نہیں کیں۔

﴿بِمَا فَضَّلَ اللّٰہُ بَعْضَھُمْ عَلٰی بَعْضٍ﴾ میں خدا تعالیٰ نے جو بیان فرمایا وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے ہر تخلیق میں کچھ خلقی فضیلتیں ایسی رکھی ہیں جو دوسری تخلیق میں نہیں ہیں۔ اور بعض کو بعض پر فضیلت ہے۔ قوّام کے لحاظ سے مرد کی ایک فضیلت کا اس میں ذکر فرمایا گیا ہے۔ ہرگز یہ مراد نہیں کہ مرد کو ہر پہلو سے عورت پر فضیلت حاصل ہے۔ کیونکہ یہ نہیں فرمایا کہ اسلئے کہ ہم نے مردوں کو عورتوں پر فضیلت بخشی بلکہ فرمایا۔ ﴿بِمَا فَضَّلَ اللّٰہُ بَعْضَھُمْ عَلٰی بَعْضٍ﴾ ایک عمومی اصول جاریہ کی طرف توجہ مبذول فرمائی۔ اس مضمون کی آیات قرآن مجید میں بارہا دوسری جگہ پر بھی ملتی ہیں۔ چنانچہ فرمایا کہ ہم نے بعض کو بعض پر دوسرے پہلوؤں سے فضیلت بخشی ہے۔

اس پہلو سے جب ہم لفظ قوّام کو دیکھتے ہیں تو قوّام میں ایک معنی طاقتور کے بھی ہیں اور واقعہ یہ ہے کہ جسے صنف لطیف کہا جاتا ہے اور اہل مغرب بھی اسی طرح اس کو یاد کرتے ہیں اس میں ایک نزاکت پائی جاتی ہے اور مرد کو ایک قویٰ کی فضیلت مضبوطی کے لحاظ سے عورت پر عطا کی گئی ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو دنیا بھر میں عورتوں اور مردوں کی کھیلوں وغیرہ کے مقابلے الگ الگ نہ ہوا کریں۔ اگر برابری کا تقاضا منصفانہ ہے تو پھر مردوں کی دوڑیں عورتوں کے ساتھ ہونی چاہئیں۔ مردوں کی مکا بازی عورتوں کے ساتھ ہونی چاہئے۔ مردوں کی ہاکی ٹیم عورتوں کی ہاکی ٹیم کے مقابل پر ہونی چاہئے۔ مردوں کی کرکٹ ٹیم عورتوں کی کرکٹ ٹیم کے مقابل ہونی چاہئے۔ اسی طرح مردوں کی لمبی چھلانگ، javelin throw اور گولے پھینکنے کے مقابلے وغیرہ وغیرہ سب اکٹھے ہونے چاہئیں۔ کیا جنسی برابری کا جدید تصور یہی تقاضا کرتا ہے؟ اگر نہیں تو لازماً انہیں ماننا پڑے گا کہ ﴿اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ﴾ یعنی مردوں کو عورتوں پر ایک خلقی برتری حاصل ہے۔ اگر وہ قرآن کو جھٹلا رہے ہیں تو زبان سے نہ جھٹلائیں، عمل سے جھٹلا کر دکھائیں۔

ایک وجہ فضیلت یہ بیان فرمائی ﴿وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِھِمْ﴾۔ فضیلت جو بعض کو بعض پر دی گئی ہے ایک تو قوّام کے لحاظ سے ہے جو واضح ہو گئی۔ دوسری اس لئے کہ اسلام کے اقتصادی نظام میں مرد کا فرض ہے کہ وہ گھر کی ضرورتوں کا خیال رکھے۔ اور یہ ظاہر بات ہے کہ جو روپیہ کمانے والا ہو وہ جس کی بود و باش کا ذمہ دار ہے، اس کے مقابل پر لازماً اسے ایک برتری حاصل ہو گی۔ چنانچہ مرد اور عورت کی بحث تو درکنار، وہ قومیں بھی جو اپنی اجتماعی قومی دولت کا ایک معمولی حصہ بھی غیر قوموں سے بطور امداد کے لیتی ہیں ان کے سر ان کے سامنے جھک جاتے ہیں اور امداد دینے والی قوموں کو ایک فضیلت نصیب ہو جاتی ہے۔ مغرب میں آج کل یا تو مرد اور عورت دونوں گھر چلانے کے لئے کمائی کے ذمہ دار ہیں۔ یا اگر نہیں تو پھر جس کے ہاتھ میں زیادہ دولت ہے کم دولت کمانے والا اس کا محتاج ہو جاتا ہے اور عملاً ان کو اسلامی تعلیم کا فلسفہ سمجھ آجانا چاہئے۔

ایک زیادتی جو عموماً مغرب کی عورتوں پر کی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ اگر مرد اور عورت دونوں ہی کمانے والے ہوں تب بھی یہ عورت کا کام رہتا ہے کہ وہ گھر کی نگہداشت بھی کرے اور بچوں کو پالے بھی۔ یعنی اس پر کمائی کے علاوہ ایک زائد بوجھ گھر چلانے کا بھی پڑتا ہے۔

امر واقع یہ ہے کہ اسلام کے اقتصادی نظام میں اگر عورت کمانا چاہے تو اس کو اجازت ہے لیکن خاوند کا یہ حق نہیں ہے کہ اس کے کمائے ہوئے مال کو لالچ کی نظر سے دیکھے اور اس عورت کی کمائی میں سے حصہ لینا اپنا حق سمجھے۔ ہاں اگر وہ خوشی سے دینا چاہے تو یہ اس کی ذاتی صوابدید پر ہے۔ اگر وہ اپنا کمایا ہوا سارے کا سارا روپیہ اپنی مرضی سے اپنے ماں باپ کو دیتی ہے، اپنے بھائیوں پر خرچ کرتی ہے یا کسی اور کار خیر میں صرف کر دیتی ہے تو ہرگز قرآن کریم کی تعلیم کی رو سے مرد کا یہ حق نہیں کہ وہ اعتراض کر سکے کہ تمہاری کمائی کہاں گئی۔ اس کے باوجود مرد کا فرض رہتا ہے کہ وہ عورت کی ذمہ داریاں بھی اُٹھائے اور بچوں کی ذمہ داریاں بھی اٹھائے۔

اس پہلو سے جو فضیلت دی گئی ہے اس فضیلت کے ساتھ ذمہ داریاں تو بہت ہی زیادہ ہیں۔ اگر یہ فضیلت عورتوں کو چاہئے تو بے شک لے لیں اور دنیا کا کوئی مرد اعتراض نہیں کرے گا کہ تم گھر چلانے کی ساری ذمہ داریاں اٹھا لو اور ہمیں آزاد چھوڑ دو۔

قرآن کریم سچ فرماتا ہے کہ جس کے اوپر رزق کی ذمہ داری ہو گی اسے طبعی طور پر ایک فضیلت حاصل ہو جائے گی۔ یہ ایک واقعاتی اظہار ہے۔ اس پر کسی قسم کے اعتراض کی گنجائش موجود نہیں۔

اس کے بعد اگلے مضمون سے قبل ایک تھوڑا سا ٹکڑا آیت کا ایسا ہے جو بظاہر بات شروع کر کے نامکمل چھوڑ دیا گیا ہے۔ فرمایا ﴿فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَیْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰہُ﴾ (سورۃ النساء آیت ۳۵)۔ پس وہ نیک اعمال والی بیبیاں جو فرمانبردار بھی ہیں اور حقوق کی غیب میں حفاظت کرنے والی ہیں یعنی ان حقوق کی جو اللہ تعالیٰ نے ان پر فرض کئے ہیں۔ اس بات پر آیت کا یہ حصہ ختم ہو جاتا ہے اور اس کا بظاہر کوئی نتیجہ نہیں نکالا گیا کہ جو ایسی نیک خواتین ہوں ان کے بارہ میں کیا حکم ہے اور فوراً مضمون ان عورتوں کے متعلق شروع ہو جاتا ہے جنکے بارہ میں یہ خوف ہو کہ وہ نُشُوْز کریں گی اور تعلّی سے کام لیں گی۔ قرآن کریم کا یہ خاص اسلوب ہے اور بڑا دلکش اسلوب ہے۔ جس مضمون کو بڑی شان کے ساتھ اُٹھانا چاہتا ہے اور توجہ دلانا چاہتا ہے بعض دفعہ اسے شروع کر کے بات بغیر ختم کئے چھوڑ دیتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ دیکھو اپنی ان بیبیوں کو دیکھو اور ان کے حقوق کی طرف توجہ کرو۔ ان کے عزت و احترام کا خیال رکھو کیونکہ یہ تو وہ سب کچھ کر رہی ہیں جو تم ان سے توقع رکھ سکتے تھے۔ یہ نہ ہو کہ یہ جو تم سے توقعات رکھتی ہیں

تم انہیں پوری نہ کرو۔ اس لئے آیت کے اس ٹکڑے کو بغیر نتیجہ کے خالی چھوڑ دیا گیا کیونکہ اس کے بہت سے نتائج نکل سکتے ہیں۔ اور یہی قرآن کریم کا اسلوب ہے۔

اگلا حصہ ہے ﴿وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ﴾ اگر تمہیں خطرہ ہو یا محسوس کرو کہ تمہارے حقوق ادا کرنے کے باوجود بعض عورتیں فساد اور دنگے سے بعض نہیں آتیں یہاں تک کہ مرد کے خلاف ہاتھ اٹھانے سے بھی گریز نہیں کرتیں۔ ایسی صورت میں کیا کرو؟ یہ نہیں فرمایا کہ وہ دنگا کرتی ہیں تو تم بھی دنگا شروع کر دو، تمہارا حق قائم ہو گیا۔ آگے دیکھیں کہ تین شرطیں آیت میں ایسی کہی گئی ہیں جن کی طرف ناقدین کی نظر ہی نہیں جاتی۔

اگر وہ باغیانہ رویہ میں پہل اختیار کریں اور مرد پر ہاتھ اٹھانے سے بھی باز نہ آئیں پھر مرد کو بھی چھٹی ہونی چاہیے کہ وہ جو چاہے کرے۔ لیکن قرآن کریم چھٹی نہیں دیتا بلکہ عورت کی نزاکت کے خیال سے اس کی بعض کمزوریوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے فرماتا ہے ﴿فَعِظُوْهُنَّ﴾ چونکہ تم طاقتور ہو، تم قوّام ہو، تمہیں خدا تعالیٰ نے کئی پہلوؤں سے فضیلت بخشی ہے، حوصلہ دکھاؤ اور پہلے نصیحت کرو۔ اگر نصیحت کارگر نہ ہو تو پھر دوسرا قدم ہے ﴿وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ﴾ ان کو اپنے بستروں میں کچھ عرصہ کے لئے الگ چھوڑ دو۔

اب بستروں میں عورتوں کو جو الگ چھوڑا جائے تو اس کے متعلق یہ وہم کر لینا کہ یکطرفہ سزا ہے، بڑی بیوقوفی ہے۔ بسا اوقات یہ ممکن ہے کہ بستر میں الگ چھوڑنے کے نتیجہ میں عورت تو امن میں آجائے اور کہے کہ شکر ہے کہ اس خاوند سے مجھے نجات ملی۔ مگر مرد جب ازدواجی حقوق سے محروم رہ جائے تو عملاً اس کو عورت سے زیادہ سزا ملتی ہے۔

پس قرآن کریم اس تعلیم کے نتیجہ میں مرد کا غصہ ٹھنڈا کرتا ہے اور اسے صبر کرنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ اگر ان سارے ذرائع کے اختیار کرنے کے باوجود عورت میں احساس ندامت نہیں پیدا ہوتا اور وہ اسی طرح گھر میں دنگا فساد مچاتی ہے اور خاوند پر ہاتھ اٹھانے میں پہل کرتی ہے جو نُشُوز میں داخل ہے ایسی صورت میں انصاف کا عام تقاضا کیا ہوگا؟ یہی کہ پھر مرد بھی اس پر کچھ تشدد کر کے اسے شرافت اختیار کرنے پر مجبور کرے۔

عورتوں کو مارنے کے متعلق جو اجازت ہے اس کو بھی بعض کڑی شرطوں کے ساتھ محدود کر دیا گیا ہے۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ سزا اس طرح دو کہ عورت کے منہ پر طمانچہ نہ مارو اور اس کے جسم کے دوسرے حصوں پر بھی سزا کے نتیجہ میں داغ نہ پڑے۔ یعنی جس طرح بچوں کو نرمی سے مارا جاتا ہے، ویسے ہی مارنے میں جس حد تک نرمی کر سکو بہتر ہے۔ روزمرہ کے تجربہ سے یہ بات ثابت ہے کہ اگر بہت زور سے چٹکی بھی کاٹی جائے تو اس کا بھی نشان رہ جاتا ہے اور اگر سوٹی سے مارا جائے تو اس کے گہرے نشان باقی رہ جاتے ہیں۔ پس ان دونوں احتمالات کا آنحضور ﷺ نے ازالہ فرما دیا۔ پھر فرمایا۔ ﴿لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ﴾ (سورۃ البقرۃ آیت ۲۳۴) اگر آپس میں اختلاف پیدا ہو جائے، علیحدگیوں کے مواقع پیش آئیں تو فرمایا کہ ہرگز کوئی ایسا فیصلہ نہیں دیا جائے گا جس کے نتیجہ میں والدہ کو اپنے بیٹے کے ذریعہ دکھ پہنچایا جائے ﴿وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ﴾ نہ ہی والد کو اس کے بیٹے کے ذریعہ کوئی دکھ پہنچایا جائے۔ اور اس تعلیم میں بھی دونوں کو بالکل برابر کر دیا۔

مختلف مذاہب اور اقوام میں عورت کے متعلق تعلیم

اس کے مقابل پر ہم دیکھتے ہیں کہ دیگر قوموں میں یا دیگر مذاہب میں عورت کے متعلق کیا ذکر ملتا ہے۔

پہلی بات تو اس ضمن میں یہ پیش نظر رہنی چاہئے کہ جب بھی مغربی دنیا میں اس مضمون پر بحث اٹھتی ہے تو عموماً ایک مغالطہ آمیزی سے کام لیا جاتا ہے اور وہ مغالطہ آمیزی یہ ہے کہ مغربی تہذیب کو اسلام کے مقابل پر پیش کیا جاتا ہے۔ حالانکہ مغربی تہذیب کوئی مذہب نہیں ہے، اسلام ایک مذہب ہے۔ اگر فوقیت پیش کرنا مقصود ہے تو بائبل کی تعلیم کی قرآن کی تعلیم پر فوقیت دکھانی چاہئے۔ اور یہ جائز موازنہ ہے۔ یہودیت کی تعلیم کی فوقیت، عیسائیت کی تعلیم کی فوقیت دکھائی جائے تو یہ بحث بے تعلق نہیں ہوگی۔ لیکن اگر مذہب کے مقابل پر تہذیب کی بحثیں شروع کر دی جائیں تو یہ بالکل لاتعلق بات ہے۔ لیکن میں اس پہلو کو بھی بعد میں لوں گا۔ سردست آپکو یہ توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ جب بھی کسی غیر مذہب کا پیروکار آپ سے آپ کے سامنے اسلامی تعلیم پر حملہ آور ہو تو سب سے پہلے اس کی مذہبی کتاب سے عورت کے متعلق دی جانے والی تعلیم کا اسلام کی دی ہوئی تعلیم کے ساتھ موازنہ کریں۔

اس سے پہلے اسلامی تعلیم مختلف پہلوؤں سے کھول کر بیان کر دی گئی ہے۔ اب دیکھتے ہیں کہ دوسرے مذاہب کی مذہبی کتب اس بارہ میں کیا کہتی ہیں۔

بائبل کی تعلیم

بائبل کہتی ہے ”بیوی اپنے شوہر سے ڈرتی رہے“ (امثال ۳۲، ۵:۲۸)۔

پیدائش ۱۶:۳ میں لکھا ہے کہ ”شوہر تجھ پر حکومت کرے گا“۔

اب جو الزام اسلام پر لگا رہے تھے وہ الزام تو خود بائبل سے ثابت ہو گیا۔ اگر حکومت کرنا بری بات ہے تو پھر بائبل نے خود اس حکومت کی بنیاد ڈالی ہے۔

انجیلی تعلیم

جہاں تک انجیل کا تعلق ہے انجیل کہتی ہے:

”میں اجازت نہیں دیتا کہ عورت سکھائے یا مرد پر حکم چلائے بلکہ چپ چاپ رہے“ (۱۔تیمتھس باب ۱ آیت ۱۲) جہاں تک سکھانے کا تعلق ہے اس نے اس بات کو عام کر دیا ہے۔ صرف مذہب کا معاملہ نہیں رہا۔ دنیا میں عورت کوئی بھی تعلیم نہیں دے سکتی۔ اور مرد پر حکم چلانا ہی بند نہیں کیا بلکہ بیچاری کی زبان بھی بند کر دی ”چپ چاپ رہے۔“ حکم نہ دینے تک بات رہتی تو ٹھیک تھا لیکن عورت بیچاری کو جو بولنے کا ویسے ہی شوق رکھتی ہے، اس کی زبان گنگ کر دینا یہ کہاں کا انصاف ہے؟

پھر فرمایا: ”وہ مرد کی محکوم بن کر رہے اور اس کی علامت کے طور پر اپنا سر ڈھانپے“۔

(۱-کرنتھیوں ۱۴:۳۴)

اس بارہ میں یہ کہنا پڑتا ہے کہ عیسائی دنیا نے یہ تعلیم کالعدم کر دی ہے۔

ہندو مذہب کی تعلیم

جہاں تک ہندو مذہب کا تعلق ہے اس میں بیٹی کی پیدائش کو منحوس قرار دیا گیا ہے اور جس طرح عربوں میں بیٹی کو زندہ درگور کر دیا کرتے تھے اسی طرح ہندوؤں کی مذہبی کتب کے مطالعہ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ سابقہ زمانوں میں ہندوؤں میں بھی یہ رواج تھا کہ اچھے خاندان کے لوگ اپنی بیٹی کو پیدائش پر مار دیا کرتے تھے۔ عورت کی شادی کے لئے اس کی اجازت کا حصول ضروری نہ تھا۔ بیوہ عورت کے ساتھ یہ سلوک تھا اور ہے کہ خواہ وہ چھوٹی عمر میں ہی بیوہ ہو گئی ہو، بیوگی کے بعد اسے شادی کی اجازت نہیں۔ اس کو سر کے بال منڈوانے ہوں گے اور ہمیشہ سفید کپڑے پہنے ہوں گے۔ آئندہ کبھی وہ رنگ دار کپڑے استعمال نہیں کر سکتی۔ کسی شادی میں شریک نہیں ہو سکتی۔ اگر ہو گی تو سہاگن کے قریب بھی نہ جائے۔ اپنا کھانا خود پکانا ہوگا، کوئی اسے کھانا پکا کر نہیں دے سکتا۔ اس کے علاوہ بھی بہت سے بھیانک مظالم ہیں جو عورت پر روا رکھے جاتے ہیں اور نتیجتاً ایک ایسے ظلم کا آغاز ہوا جو ان مظالم کے نتیجہ میں ہو جانا چاہئے تھا۔ یعنی ہندو مت نے عورت کو یہ تعلیم دی کہ خاوند مر جائے تو تم بھی جل مرو۔ ہندو بیوہ کی بقیہ زندگی اتنی دردناک ہوتی ہے کہ اس سے جل مرنا ہی بہتر ہے۔

منوسمرتی جو عورت کے متعلق تعلیم دیتی ہے وہ جانوروں سے بدتر ہے۔ وہ وارث قرار نہیں پاتی۔ اور اس کے علاوہ بعض ایسی بد رسمیں ہیں جن کا یہاں ذکر بھی مناسب نہیں۔ چنانچہ اسی تعلیم سے متاثر ہو کر ہندو شاعر تلسی داس نے لکھا کہ ”شود، ڈھول، مویشی اور عورت پٹتے ہی رہیں تو ٹھیک رہتے ہیں“۔

مغربی تہذیب میں عورت سے سلوک۔ چند حقائق

بعض بڑے مذاہب کے ساتھ اس مختصر موازنہ کے بعد اب میں تمدنی اور تہذیبی موازنہ کی طرف آتا ہوں۔

اہل مغرب کو اپنی تہذیب پر ناز ہے۔ اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اہل مغرب کی تہذیب اسلامی تہذیب کے مقابل پر عورت کے لئے بہت ہی بہتر ہے۔ اور چودہ سو سال قبل آنحضرت ﷺ کے قلب مطہر پر نازل ہونے والی تعلیم پر جو اعتراض کرتے ہیں اس کے مقابل پر آج کل کی مغربی تعلیم کو رکھتے ہیں۔ اور اس موازنہ میں ان کو لذت محسوس ہوتی ہے کہ دیکھو آج جو کچھ ہم نے عورت کے متعلق کہا ہے چودہ سو سال پہلے تم لوگ اس سے واقف نہیں تھے۔ گویا اس رنگ میں موازنہ پیش کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اب میں آپ کے سامنے واقعات رکھتا ہوں جو اس دعویٰ کو کلیتہً جھٹلا دیتے ہیں۔

چودہ سو سال پہلے اسلام نے عورت کے متعلق جو تعلیم دی تھی آج کے یورپ کو اس تعلیم کے پاؤں چھونے تک کی توفیق نہیں مل سکی۔ اور میں جب یہ دعویٰ کرتا ہوں تو اہل مغرب کی اپنی زبان میں ان حقائق کو آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں جن کو جھٹلانے کا آج کسی کو حق نہیں ہے۔

سب سے پہلے تو میں TYNESIDE COUNCIL AND NORTHUMBERLAND OF SOCIAL SERVICES کی ایک رپورٹ کی طرف آپ کو متوجہ کرتا ہوں جو لکھتے ہیں کہ انگلستان میں ۱۹۱۵ء میں ایک قانون بنا اور وہ قانون ایک مجسٹریٹ کے فیصلے کی شکل میں ظاہر ہوا۔ جس نے یہ فیصلہ دیا کہ خاوند اپنی لڑنے والی بیوی کو مار سکتا ہے۔

(Report of Northumberland & Tyneside council of Social Services 1915,page84)

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے۔ یہ وہی بات ہے جو اسلام نے پیش کی تھی لیکن بہت سی پابندیوں کے ساتھ جس پر مغرب میں اتنا واویلا مچایا جاتا ہے۔ مگر انہوں نے انگلستان کے قانون میں ۱۹۱۵ء میں جو شرط رکھی وہ یہ تھی کہ مار تو سکتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ جس چھڑی سے مارے وہ مرد کے انگوٹھے کی موٹائی سے زیادہ نہ ہو۔ کتنی دفعہ مارے، کہاں کہاں مارے، کہاں نہ مارے، کیا کیا احتیاطیں کرے، کوئی ذکر نہیں۔ اور آپ جانتے ہیں کہ یہاں جو زمیندار ہوتے ہیں ان کے انگوٹھے بہت موٹے ہوتے ہیں۔ پس انگوٹھے جتنی موٹی چھڑی سے اگر مارا جائے تو بیچاری عورت کے بخیے ادھیڑنے کے مترادف ہے۔ شکایت کی صورت میں عدالت صرف چھڑی کی موٹائی اور مارنے والے کے انگوٹھے کی موٹائی کا موازنہ کر سکتی ہے، اس سے زیادہ نہیں۔

یہ قانون اسی طرح جاری رہا۔ یہاں تک کہ کل ہی کی بات ہے کہ ۱۹۷۰ء میں پہلی دفعہ عورتوں نے Domestic violence کے خلاف ایک جدوجہد کا آغاز کیا اور اہل انگلستان کو تہذیب سکھانے کی کوشش کی۔ ۱۹۷۰ء میں یہ پہلی دفعہ ان کی کوششوں کا آغاز ہوتا ہے اور ۱۹۷۳ء تک ان کوششوں کے کیا نتائج ظاہر ہوئے تھے ان کے متعلق میں Marital Violence: The

Community Response by Boxkwski Muxch and Walker. Taxistock Publication) جو ۱۹۸۳ء میں چھپی اس کتاب سے ایک حوالہ کا ترجمہ پیش کرتا ہوں۔ وہ لکھتے ہیں: Ashley میں ۱۹۷۵ء کے ایک سروے میں بتایا کہ برطانیہ میں ہر سال ۲۷ ہزار serious cases ہوتے ہیں جن میں مرد اپنی بیویوں کو مار کر زخمی کر دیتے ہیں۔ ۱۹۷۵ء کی عورتوں کی اصلاح معاشرہ کی کوششوں کے نتیجہ میں جس حد تک معاشرہ کی اصلاح ہوئی تھی اس کا یہ نمونہ ہے۔ ایک اور سروے سے معلوم ہوا کہ یہ تعداد اس سے کئی گنا زیادہ ہے۔ بلکہ دو لاکھ کے لگ بھگ ہے۔ علاوہ ازیں کہتے ہیں کہ اس تعداد کو بھی آخری شمار نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ اکثر عورتیں مار کھاتی ہیں اور خاموش رہتی ہیں کیونکہ وہ شرم محسوس کرتی ہیں کہ تحقیق کرنے والوں کو بتائیں کہ ہمارا خاوند ہم پر ہاتھ اٹھاتا رہا ہے۔

Parliamentary select committee on violence in marriage صفحہ ۱۱ تا ۲۱ نے لکھا ہے کہ اس وجہ سے اس قسم کی صحیح تعداد کا اندازہ کرنا بے حد مشکل ہے۔ چنانچہ ایک اور رپورٹ میں لکھا گیا ہے کہ ۱۹۷۵ء میں صرف Bristol کے علاقہ میں پانچ چھ ہزار کے قریب پولیس رپورٹ کے مطابق cases درج ہوئے جن میں عورتوں نے یہ شکایت کی تھی کہ مردوں نے ہمیں ظالمانہ طور پر پیٹا ہے۔

اسی طرح Erin Pizzy کی کتاب ہے جس کا ٹائٹل ہے Scream quietly or the neighbours will hear یہ کتاب ۱۹۷۴ء میں penguin نے شائع کی۔ اس کتاب میں عورتوں پر ظلم کی بہت ہی دردناک داستانیں ہیں۔ ایک روایت کے مطابق عورتوں کی مار کھا کھا کر زخمی اور ٹوٹی ہوئی ہڈیوں، سگریٹوں سے جلائی ہوئی جلد اور بے شمار خطرناک زخموں کی ایک کہانی ہے۔ اس کہانی کی تفصیلات کو تو چھوڑتا ہوں جس نے کتاب دیکھنی ہے وہ دیکھ سکتا ہے۔ بہت دردناک واقعات اس میں درج ہیں کہ کس طرح شراب کی بوتلیں عورتوں کے سروں پر مار مار کر توڑی جاتی ہیں اور ان کو باندھ کر سگریٹوں سے جلایا جاتا ہے۔ یہ صرف ماضی کی بات نہیں بلکہ آج بھی بہت سے مزدور پیشہ گھروں میں ایسا ہی ہو رہا ہے۔ ۱۹۷۱ء میں پہلی بار انگلستان میں violence کے خلاف act بنا ہے۔ اور دستور کے مطابق ۱۹۱۵ء کا قانون اس وقت تک منسوخ نہیں ہو سکا جب تک اس نئے قانون نے اس کو منسوخ نہیں کر دیا۔ ۱۹۷۶ء میں پہلی بار واضح طور پر اس قانون کو منسوخ کیا گیا اور ۱۹۸۱ء میں اس کے اثرات کا جائزہ لیا گیا کہ اس کے نتیجہ میں معاشرہ پر کیا اچھے اثرات پڑے ہیں۔ چنانچہ wafe کی ریسرچ ٹیم نے رپورٹ دی کہ اس ایکٹ کا کوئی اثر ظاہر نہیں ہوا۔ کیونکہ جب تک جج کو اس بات کی تسلی نہ ہو جائے کہ تشدد واقعی حد سے گزر گیا تھا وہ مرد کو گھر سے باہر نہیں نکال سکتے۔ اگر انہیں گھر سے نکال دیں تو حکومت کو مسئلہ یہ پیش آجاتا ہے کہ وہ مرد homeless بن جاتا ہے اور لوکل کونسل کو اس کی ذمہ داری قبول کرنا پڑتی ہے۔ اس ریسرچ ٹیم نے جو نتیجہ شائع کیا ہے اس کی رو سے چھ سو چھپن مظلوم عورتوں کا انٹرویو لیا گیا جن میں ۶۴ فیصد نے کہا کہ ان کے خاوندوں نے انہیں مارا مگر باوجود رپورٹ کے پولیس نے ان کی کوئی مدد نہیں کی۔ انہوں نے کہا کہ وہ گھریلو جھگڑوں میں دخل اندازی نہیں کر سکتے۔ باقی ۳۶ فیصد نے کہا کہ پولیس کو بلایا گیا مگر انہوں نے یقین ہی نہیں کیا کہ مارا بھی گیا تھا۔ عورتوں کا اس رپورٹ کے مطابق تاثر یہ تھا کہ چونکہ پولیس والے اکثر مرد ہیں اس لئے اس معاملہ میں وہ مردوں کا ساتھ دیتے ہیں اور عورت کی آواز نہیں سنتے۔

South London Press کی جمعہ ۱۲ رجون ۱۹۸۷ء کی اشاعت میں یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ ایک باپ نے اپنی ایک سال کی معصوم بچی کو سر پر اس قدر مارا کہ اس کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں۔ ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ بچی ساری زندگی کے لئے اندھی ہو چکی ہے۔ اس کے علاوہ اسے ساری عمر کے لئے مرگی کی بیماری بھی لگ گئی ہے اور اس کے علاوہ بھی بعض بیماریاں ہیں جو عمر بھر اس کے ساتھ لگی رہیں گی۔

ٹائمز ۲۰ جون ۱۹۸۷ء کے صفحہ ۳ پر لکھا ہے کہ Portsmouth میں ایک پانچ سالہ بچی کو اس کے باپ نے rape کیا اور N.S.P.C.C کے اندازہ کے مطابق ۱۹۸۶ء میں اس قسم کے رجسٹرڈ مظلوم بچوں کی تعداد دس ہزار تھی۔ یہ بچے پندرہ سال سے کم عمر کے ہیں اور ان میں بھاری اکثریت وہ تھی جن کے ساتھ اسی قسم کے جنسی مظالم ہوئے جن کا میں نے ذکر کیا ہے۔ ۱۹۸۵ء تک انگلستان اور ویلز میں ایسے مظالم میں ۴۲ فیصد اضافہ ہوا۔ یہ قانون بننے کے بعد اور تحریکات جاری ہونے کے بعد کے قصے ہیں۔ (اسلامی ممالک میں اگرچہ بہت سی برائیاں رواج پکڑ گئی ہیں مگر ایسے بھیانک جرائم کا عشر عشیر بھی دکھائی نہیں دے گا)۔ جو کم عمر لڑکوں پر ماں باپ کی طرف سے زیادتیاں ہو رہی ہیں وہ اس کے علاوہ ہیں۔ چونکہ یہ مضمون صنف نازک سے تعلق رکھتا ہے اسلئے میں نے صرف بچیوں کے بارہ میں ہی کوائف پیش کئے ہیں۔

N.S.P.C.C کے پیش کردہ اعداد و شمار کے مطابق یہ اضافہ ہر سال دوگنا ہو رہا ہے۔ یعنی آنے والے چند سالوں میں شاید آپ کو تلاش کر کے وہ گھر نکالنا پڑے گا جہاں عورتوں اور معصوم بچوں پر مظالم نہیں ہو رہے۔

(ٹائمز ۲۰ جون ۱۹۸۷ء، صفحہ ۳)

مشہور اخبار "The Independent" اپنی ۳۰ رجون ۱۹۸۷ء کی اشاعت میں لکھتا ہے کہ N.S.P.C.C کی ایک رپورٹ کے مطابق پچھلے سال sexually abused بچوں کی تعداد میں ۱۳۷ فیصد اضافہ ہو گیا ہے۔ پس یہ تو اندازہ پیش کیا گیا تھا کہ ہر سال دوگنا اضافہ متوقع ہے لیکن مختلف ایجنسیوں کے اندازے جو پہلے پیش کئے گئے ہیں The Independent میں شائع ہونے والی اس رپورٹ میں جائزہ کے مطابق اضافہ ان کے سابقہ شائع ہونے والی رپورٹوں سے زیادہ ہے۔ اسکے مطابق ان میں ۸۰ فیصد تعداد بچیوں کی ہے گویا ۵۷ فیصد مظالم لڑکوں سے تعلق رکھتے ہیں۔

(Guardian ۷ جولائی ۱۹۸۷ء۔ صفحہ ۱)

جہاں تک اس ملک میں طلاقوں کا تعلق ہے، مڈل کلاس جو تعلیم یافتہ اور اچھی خاصی کھاتی پیتی کلاس ہے، اس میں ۳۲ فیصد عورتوں نے یہ ثابت کر کے عدالتوں میں طلاق لی کہ ان کے خاوند ان پر شدید مظالم ڈھاتے ہیں اور مار کٹائی کرتے ہیں جبکہ ورکنگ کلاس میں ۴۰ فیصد نے۔

(Marital Violence: The Community Response by Boxkwski Muxch and Walker. Taxistock Publication 1983)

لیکن یہ وہ معاملات ہیں جو عدالتوں میں جاکر ثابت ہوئے اور جن کے نتیجہ میں طلاقیں دے دی گئیں۔ اس کے علاوہ وسیع تعداد میں وہ عورتیں بھی ہیں جو کسی عدالت میں پہنچ نہیں سکیں۔ اس لئے ان کی تعداد کا عدالتی اعداد و شمار میں ذکر نہیں۔ آئندہ رپورٹ میں یہ بھی ذکر ملتا ہے کہ ہماری مظلومیت کی زندگی اب بدل نہیں سکتی۔ ہمارے حالات ایسے ہیں، ہمارے بچوں کے حالات ایسے ہیں کہ اب جیسے بھی ہے اسی طرح چلتا رہے گا۔ چنانچہ ایسی ہی ایک سوشل ورکر نے جو گھروں میں جاکر سوالات کئے ان کے واقعات لکھے ہیں۔ ایک عورت کے متعلق بیان ہے جو میں نے اس مضمون میں شامل کرنے کے لئے چنا ہے۔ وہ کہتی ہے کہ "میرے خاوند نے ساری زندگی مجھے مارا۔ جب میں پہلے بچہ سے حاملہ ہوئی تو میرا خاوند دوسروں کے ساتھ باہر جانے لگ گیا۔ پھر جب شراب خانے سے واپس آتا تو مجھے مارنا شروع کر دیتا"...... "یہ روز مرہ کا دستور تھا لیکن ایک دفعہ کا ذکر ہے اس نے مجھے کندھوں سے پکڑ کر میرا سر دیوار پر مارنا شروع کر دیا یہاں تک کہ میں بیہوش ہو گئی۔ پھر مجھے گھسیٹ کر پانی کی ٹونٹی کے نیچے لے گیا اور ٹھنڈا پانی میرے سر پر ڈالا۔ اور جب مجھے ہوش آئی تو پھر اسی طرح مجھے کندھوں سے پکڑا اور دیوار کے ساتھ مارنا شروع کر دیا یہاں تک کہ میں پھر بیہوش ہو گئی"۔ جب اس سے پوچھا گیا کہ ان حالات میں وہ اپنے خاوند کو چھوڑتی کیوں نہیں۔ تو وہ کہنے لگی کہ آخر وہ بچوں کو لے کر کہاں جائے۔ اس سے کہا گیا کہ وہ حکومت کی سوشل سروس کی طرف رجوع کرے۔ کہنے لگی کہ اس نے کوشش کی ہے مگر ہر دفعہ اسے ٹال دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ گھر واپس چلی جاؤ۔ چنانچہ اس سوشل ورکر نے جب لندن کی تمام Boroughs سے اس عورت کی داستان بیان کر کے ان سے مدد چاہی تو انہوں نے جواب یہ دیا کہ اگر وہ گھر سے نکلی تو voluntary homeless قرار دی جائے گی اور جو voluntary homeless ہو اس کے لئے کوئی امداد نہیں۔ اب اس بیچاری کو کیا کرنا چاہئے۔ اگر وہ عدالت میں جائے اور اسی گھر میں رہتے ہوئے اپنے خاوند کے خلاف آواز اٹھائے یا سوشل سروس میں جائے، جو انتہا ظالم ہے ایسی صورت میں وہ اس سے کیا کیا مزید بدسلوکیاں نہیں کرے گا۔

(Scream quitely or the neighbours will hear)

امریکہ میں جو سروے شائع ہوئے ہیں وہ بھی کسی طرح بہتر نہیں ہیں۔ ۴۱ فیصد عورتوں کو شادی کے پہلے چھ مہینوں میں مارا گیا ہے۔ ۱۸ فیصد عورتوں کو ایک سال کے بعد مار پڑنی شروع ہوئی۔ ۲۵ فیصد عورتوں کو دو سال کے بعد مار پڑنی شروع ہوئی۔ اور یہ جو امریکہ اٹھ اٹھ کر اسلام پر اعتراض کرتا ہے اور اسلام کے مظالم کی فلمیں دکھاتا ہے اس کا اپنا حال یہ ہے کہ اعداد و شمار کے مطابق ۸۴ فیصد عورتیں ایک سال سے دو تین سال کے اندر اپنے خاوندوں کے مظالم کا نشانہ بن جاتی ہیں۔ (Dobash and Dobash, 1979)

(باقی آئندہ شمارہ میں)

آٹو ٹریڈرز
Auto Traders
16 بینٹولین کلکتہ 70001
دکان: 248-5222'248-1652'243-0794
رہائش: 237-0471'237-8468

PRIME AUTO PARTS
House of Genuine Spares
Ambassador & Maruti

P, 48 PRINCEP STREET
CALCULTTA - 700072 ☎2370509

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم
تَرْكُ الدُّعَاءِ مَعْصِيَةٌ
دعا کو ترک کرنا گناہ ہے
طالب دعا از جماعت احمدیہ ممبئی

مکرم پروفیسر عباس بن عبدالقادر شہید

محترمہ مریم صاحبہ بنت مکرم پروفیسر عباس صاحب

پروفیسر عباس صاحب، حضرت پروفیسر سید ابوالفتح محمد عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو حضرت فضل عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے برادر نسبتی تھے، کے صاحبزادے تھے۔ تعلیم الاسلام کالج قادیان کے ابتدائی زمانہ 1944ء میں بطور استاد تاریخ تشریف لائے۔ کالج کے بانیوں میں سے تھے۔ واقف زندگی تھے۔ عالم، اندر باہر سے حسین، سلسلے کے عاشق، دلیر، مجسم محبت، مرنجاں مرنج اور ہمہ پہلو شخصیت کے مالک تھے۔

پروفیسر عباس صاحب خیر پور، سندھ میں شہید ہوئے۔ ان کے دوسرے بھائی پروفیسر ڈاکٹر عقیل بن عبدالقادر ماہر امراض چشم بھی شہادت ہی کا جام پی کر اپنے بھائی سے جا ملے۔

مکرم و محترم پروفیسر سید عباس بن عبدالقادر شہید کا تعلق شہیدوں کے خاندان سے ہے۔ اس خاندان نے تاریخ احمدیت کے باب اپنے لہو سے رقم کئے ہیں۔ یہ خاندان علم و فضل، ذہانت و فطانت، ذکاوت و شجاعت، سچائی اور گہرائی، ایثار و قربانی، وضعداری و مہمانوازی، علم و تدبر، عظمت و رفعت، عزت و احتشام، عاجزی و انکساری، لدائیت و جاذبیت، اطاعت و محبت، عبادت و ریاضت، وارفتگی و دلبستگی، شرافت و نفاست، اندر باہر سے شکیل و جمیل، سروقامت، خوش شکل، خوش مزاج اور باغ و بہار ہے۔ داعیین الی اللہ کے جذبہ سے سرشار، حق و صداقت کے لئے برسرپیکار، ایستادہ و افتادہ، دامے درمے، سخنے ہر کسی کے خیرخواہ، ہمدرد، خدمت میں عظمت محسوس کرنے والے، نیک نفس اور مخلص شہیدوں کا تذکرہ تاریخ احمدیت میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔

یہ وہ لوگ ہیں جو بنی نوع انسان سے للہ محبت رکھتے تھے۔ نظام جماعت کے وقار کو بلند کرنے والے تھے اور خلافت احمدیہ کے قیام و انصرام کے لئے جان دینے والے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ عشق تھا اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام سے قلبی محبت و ارادت رکھتے تھے۔ ان شہیدوں کے جسم کا ذرہ ذرہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید میں ہمہ وقت مصروف رہتا تھا۔ خداتعالیٰ کی محبت میں سرشار اور اس کے خوف سے لرزہ و ترساں رہتے تھے۔ بالآخر انہیں اوصاف کریمہ سے متصف شہیدوں نے اپنی جان کا نذرانہ انتہائی اخلاص، کامل وفا اور سپردگی کے ساتھ اپنے خالق حقیقی کے حضور پیش کر دیا۔

اور یہی وہ شہید ہیں جن کے بارہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ شہید پر کبھی موت وارد نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ زندہ و جاوید رہتے ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس نیک نفس شہید احمدیت کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے اور ان کی اولاد در اولاد میں ان کے اوصاف کریمانہ کا فیض ہمیشہ جاری و ساری رکھے۔ آمین۔

پروفیسر سید عباس بن عبدالقادر شہید نے اپنے پیچھے بیوہ کے علاوہ دو بیٹے اور چار بیٹیاں یادگار چھوڑی ہیں۔ مکرم کرنل ڈاکٹر محمد ابراہیم صاحب مرحوم کی دختر نیک اختر محترمہ حمدی عباس صاحبہ اپنے بچوں کے ساتھ امریکہ میں مقیم ہیں۔ پروفیسر صاحب شہید کی بیوہ کی صحت و سلامتی اور درازی عمر کے لئے قارئین کرام سے درخواست ہے۔ پروفیسر عباس بن عبدالقادر شہید کے ایمان افروز واقعات ان کی صاحبزادی محترمہ سیدہ مریم سکینہ بنت عباس صاحبہ، اوسلو ناروے کے قلم سے ہدیہ قارئین کئے جاتے ہیں۔

(ایڈیٹر)

میرے پیارے اباجان پروفیسر عباس بن عبد القادر صاحب کا تعلق ہندوستان کے صوبے بہار کے شہر بھاگلپور سے تھا۔ آپ کے والد محترم اور ہمارے دادا جان حضرت پروفیسر عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے زمرہ صحابہ میں شامل ہونے کی سعادت حاصل ہوئی۔ پردادا جان حضرت مولانا پروفیسر عبد الماجد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی حضرت مسیح موعود امام الزمان علیہ السلام کو پہچاننے کی سعادت آپؑ کی زندگی میں ہی عطا ہوئی۔

پردادا جان حضرت مولانا پروفیسر عبد الماجد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے حد منکسر المزاج تھے اور اپنے وقت کے جید عالم تھے۔ علی گڑھ کالج کے اولین اساتذہ میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ اس عزت و شرف کے باوجود آپ کو اپنے رتبے اور شہرت پر فخر نہ تھا۔ آپ کا نام نامی علی گڑھ کالج کے سٹریچی ہال میں رقم ہے۔ انجمن حمایت اسلام کے بہترین مقررین میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ لیکن آپ نے اپنی تمام دنیاوی شہرت و عزت کو کوئی اہمیت نہ دی اور اپنے آپ کو اپنے پیارے آقا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے در پر قربان کر دیا۔

حضرت مولانا پروفیسر عبد الماجد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آباء و اجداد بخارا سے مغل بادشاہ جہانگیر کے زمانے میں ہندوستان آئے۔ پہلے پہل آپ کے آباء نے ملتان کو اپنا وطن بنایا کچھ عرصہ بعد خاندان کے کچھ لوگ آگے چلے گئے اور صوبہ بہار کو اپنا وطن بنایا۔

پردادا جان حضرت مولانا پروفیسر عبد الماجد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خدا نے چار بیٹوں اور دو صاحبزادیوں سے نوازا۔ آپ کی اہلیہ محترمہ رؤوف النساء بیگم صاحبہ ایک بہت نیک اور خداترس خاتون تھیں اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک بار آپ کو ولیہ کے لقب سے یاد کیا۔ دادا جان حضرت پروفیسر عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے اور ان کی شادی اپنی سگی پھوپھی کی صاحبزادی محترمہ عائشہ بلقیس سے ہوئی۔ جن کے بطن سے پروفیسر عباس بن عبدالقادر 30 دسمبر 1918ء کو پورینی، بہار میں پیدا ہوئے۔

پرداد جان حضرت مولانا پروفیسر عبدالماجد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سب سے چھوٹی صاحبزادی حضرت سیدہ سارہ بیگم رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے عقد زوجیت سے مشرف ہوئیں۔

دادا جان کا پورا نام ابو الفتح محمد عبد القادر منظور حقؓ تھا۔ آپ کو خدا تعالیٰ نے صرف تیرہ برس کی عمر میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی بیعت کرنے کی سعادت عطا فرمائی اور حضور علیہ السلام کے ایماء پر شمس الاطباء حضرت حافظ مولانا نورالدین خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے علمی فیض پانے کی توفیق عطا ہوئی۔ اور حضرت اقدس کے ارشاد کی تعمیل میں آپ نے جماعت احمدیہ میں سب سے پہلے مولوی فاضل کا امتحان پاس کرنے کا شرف حاصل کیا۔

میرے ابا جان پروفیسر عباس بن عبد القادر صاحب کا بچپن اپنے آبائی گاؤں پورینی میں گذرا۔ اسکول کی تعلیم بھاگلپور اور کلکتہ شہر میں ہوئی کالج کا زمانہ علی گڑھ اور پٹنہ میں گذرا۔ آپ نے تاریخ کے مضمون میں ایم۔ اے کیا اور پی۔ ایچ۔ ڈی کی تیاری میں مصروف ہوگئے۔ آپ نے ڈاکٹریٹ کے تحقیقی مقالہ کے لئے "ہندوستان میں مغلیہ خاندان" کا انتخاب کیا اور اس پر ریسرچ اور تحقیقی کام شروع کیا۔ لیکن چونکہ آپ کا نام بچپن سے واقفین جماعت میں شامل تھا اس لئے اپنے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے تعلیم الاسلام کالج قادیان کے اجراء کے بعد تاریخ کے پروفیسر کی حیثیت سے قادیان چلے گئے۔ اور برصغیر کی تقسیم کے ایام میں قادیان دارالامان ہی میں مقیم رہے اور ہر طرح سے مصیبت زدہ لوگوں کی جو ملک کے مختلف حصوں سے ہجرت کرکے قادیان آرہے تھے مدد کرنے کی کوشش کی۔ برصغیر تقسیم کے بھی بعد تعلیم الاسلام کالج لاہور سے منسلک رہے۔ چند سال کے بعد سندھ کے شہر خیر پور تشریف لے گئے اس کے بعد تا دم شہادت 2 ستمبر 1974ء تک سندھ کے شعبہ تعلیم کے مختلف عہدوں پر فائز رہے

اباجان پروفیسر عباس بن عبد القادر صاحب اپنے پردادا حضرت مولانا پروفیسر عبد الماجد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح ایک بے حد مرنجان مرنج انسان تھے۔ آپ کو نام و نمود سے کوئی غرض نہ تھی۔ اور زندگی بھر میں بے شمار لوگوں کی دامے درمے سخنے ہر صورت سے مدد کرتے رہے گھر کے لوگوں اور خاندان کے افراد کو بھی اس بات کا علم نہ ہوتا تھا کہ آپ اس قدر فیض رساں وجود ہیں۔ آپ نے کبھی بھی اس بات کی پرواہ نہیں کی کہ مستقبل کا کیا ہوگا۔ ہمیشہ کہتے "اللہ مالک ہے" اگر کوئی مدد کے لئے سوال کرتا تو رد نہ کرتے۔ حالانکہ آپ کا ذریعہ آمدنی ایک کالج کے پروفیسر کی تنخواہ ہی تھی۔

آپ کے ایک شاگرد نے بتایا کہ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ پروفیسر صاحب کو معلوم ہوا ہو کہ کسی شاگرد کو فیس کی ضرورت ہے تو آپ نے پوری نہ کی ہو یا بس کے کرایہ کی ضرورت ہو یا کتابوں کے لئے پیسوں کی ضرورت ہو۔ کسی نہ کسی طرح سے پروفیسر صاحب اس کی حاجت روائی کا باعث بن جاتے تھے۔ ہمیشہ اس بات کو اللہ تعالیٰ کا احسان گردانتے کہ خدا نے مجھے دینے والا ہاتھ عطا کیا ہے لینے والا نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دینے والے ہاتھ کو لینے والے ہاتھ بہتر قرار دیا ہے۔

چندوں کی بروقت ادائیگی کا بہت خیال رکھتے تھے۔ آپ کی شہادت 2 ستمبر 1974ء کو ہوئی تو آپ نے اپنا چندہ وصیت اپریل 1975ء تک ادا کیا ہوا تھا۔ آپ مالی قربانیوں میں ہمیشہ پیش پیش رہے۔

سندھ کے علاقہ خیرپور میں بے شمار لسانی گروہوں اور مختلف مذہبی فرقوں کے لوگ آباد ہیں۔ آپ سب کے لئے ایک نفع بخش اور فیض رساں وجود تھے۔ اسی طرح سندھ کے جس علاقہ میں بھی ملازمت کے سلسلے میں مقیم رہے مقامی آبادی کی ہر طرح سے خدمت کرنے کی

نمبروں سے پاس کریں۔ ہمیں اپنے بچپن کے واقعات میں سے بہت سے ایسے واقعات یاد ہیں جب صبح کو کالج جانے سے پہلے کسی طالب علم کو گھر پر پڑھاتے۔ یا پھر اگر کسی اور وقت فارغ ہوتے تو گھر بلا کر ان کی مدد کرتے۔

انسانوں سے ہمدردی کا یہ عالم تھا کہ ایک دفعہ ایک بہت خوبصورت نیا سوٹ سلوایا اور کالج پہن کر جاتے رہے۔ ابھی چند دن ہی گذرے تھے۔ یہ سردیوں کا واقعہ ہے کہ جب گھر واپس آئے تو جسم پر کوٹ کی بجائے صرف سوئیٹر تھا۔ امی کے پوچھنے پر کہا کہ ایک شریف اور معزز آدمی جس کے چہرے پر شرافت تھی سڑک پر نظر آیا اور اس کے جسم پر سردی کے باوجود گرم کپڑے نہیں تھے۔ میں نے اپنا کوٹ اتار کر اس کو دے دیا کہ میں اس قدر گرم کپڑوں میں ملبوس ہوں اور وہ میری ہی طرح کا ایک انسان ہے اور تکلیف اٹھا رہا ہے۔ اسی طرح اگر گھر میں کوئی ملازم ہوتا اور ان کے خیال میں اس کے پاس ناکافی کپڑے ہوتے تو اپنے کپڑوں میں سے چاہے نیا ہو اس کو دے دیتے کہ مجھے خدا نے دیا ہی اس لئے تھا کہ اس کو دوں۔

تقویٰ کی باریک راہوں پر قدم مارنے کی کوشش کرتے اور ملازمت میں ہر قدم پھونک کر اٹھاتے کہ کہیں کوئی ایسی بات سرزد نہ ہو جائے جو تقویٰ کے خلاف ہو۔ ملازمت کے دوران اپنی اس انتہائی احتیاط سے بظاہر نقصان بھی اٹھایا اور اپنے سے بڑے حکام کی ناراضگی بھی مول لی۔ کیونکہ اپنے وطن عزیز پاکستان میں جو رشوت لینے اور دینے کا بازار گرم ہے اس میں کم و بیش ہر کس و ناکس ملوث ہے۔ لیکن آپ نے صراط مستقیم سے قدم پیچھے نہ ہٹایا اور راہ حق پر قائم رہے۔

اگر میں اپنی زندگی کے وہ لمحات رقم کرنا شروع کروں جو اپنے پیارے اباجان کی رفاقت میں گذارے ہیں تو شاید ایک ضخیم کتاب بن جائے مگر میری یادیں ختم نہ ہوں گی۔ اباجان سے جدائی کو ایک عرصہ گذر چکا ہے لیکن آپ کی یاد اب بھی اتنی ہی دلگداز ہے جتنی پہلے تھی۔ اب بھی قلم احساسات کا ساتھ نہیں دے سکتا۔ اب بھی اس کمی کی کوئی چیز جگہ نہیں لے سکتی جو میرے دل کے ایک گوشے کو ہمیشہ کے لئے خالی کر گئی۔ بہت عرصہ پہلے یا شاید شہادت کے کچھ عرصہ بعد ہی مجھے میرے چچاؤں یا پھوپھیوں میں سے کسی نے کہا کہ بیٹا اپنے ابا کے بارے میں مضمون لکھو۔ لیکن میں اپنے میں کبھی ہمت نہ پاتی۔ نہ میرے بے بضاعت قلم میں وہ طاقت تھی کہ میں اس ہستی کے بارے میں کچھ لکھ سکتی جو کمزوروں کے لئے ہمت کی چٹان اور تپتی دھوپ میں ٹھنڈی چھاؤں یا سرد جھکڑوں میں عافیت کا سایہ تھا۔

ماہنامہ مصباح ربوہ میں پروفیسر چوہدری محمد علی صاحب کی ایک نظم نظر سے گذری تو نہ صرف چوہدری صاحب کے لئے دل ممنون ہوا بلکہ ان کے لئے دل سے ڈھیروں دعائیں نکلیں۔ چوہدری صاحب نے اپنی محبت اور پیار کو جس طرح سے ایک حسین اور پیاری نظم کے اشعار میں سمویا اس سے دل کو بے حد تسکین بھی ہوئی۔ خداتعالیٰ محترم چوہدری صاحب کو اس کی جزائے عظیم عطا فرمائے کہ انہوں نے ہم افراد خاندان کے دل کی بات کتنے اختصار سے اور کتنے خوبصورت الفاظ میں کہہ دی۔ مگر میں ایک بزرگ اور فطری شاعر کے خوبصورت الفاظ کہاں سے لاؤں جو اپنے دل کی بات اتنے ہی خوبصورت طریق سے کہہ سکوں۔ مگر آپ کی نظم نے دل میں ایک تحریک ضرور پیدا کی اور یہ اسی تحریک کا نتیجہ ہے کہ میں آج کچھ لکھنے کے قابل ہوں۔ چوہدری صاحب کی نظم کا یہ مصرعہ

میں رُوحِ عصر ہوں نہ مجھے موت سے ڈرا!!

کس قدر سچے ہیں یہ الفاظ !! آپ واقعی بہت بہادر اور نڈر انسان تھے کبھی سچ بات کہنے سے نہ ڈرتے اور جو بات غلط سمجھتے اس کی فوراً نشاندہی کرتے۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ بہت نرم دل بھی تھے۔

کوشش کی اور وہاں کے لوگوں کی تعلیمی حالت کو بہتر بنانے کے لئے دن رات ایک کر دیا۔ سندھ کے مختلف شہروں میں کالج کے پرنسپل کی حیثیت سے فرائض انجام دئے۔ کالج کی عمارت کو اندر باہر سے خوبصورت بنانے، خوبصورت پھولوں اور درختوں سے سجانے کے علاوہ لائبریری اور لیبارٹریز کو بہتر بنانے پر بہت وقت اور توجہ دی۔ یہی وجہ ہے کہ طلباء آپ کی بہت عزت کرتے تھے اور کبھی کسی طالب علم نے آپ سے گستاخی نہیں کی۔

بہت سے طالب علموں کو اپنے فارغ وقت میں بغیر فیس کے پڑھاتے تاکہ ان کی کلاس روم کی تعلیم کی کمی پوری ہو اور امتحان امتیازی

انسانوں کی تکلیف ان سے دیکھی نہیں جاتی تھی۔ خیرپور کے نزدیک علاقہ ٹھیڑی میں 1960ء کی دہائی میں بہت سخت شیعہ سنی فسادات ہوئے جن میں بہت سے لوگ لقمہ اجل بن گئے۔ آپ نے مظلوم لوگوں کی بہت مدد کی اور بہت درد اور دکھ سے اس بات کا اظہار کرتے کہ لوگوں کے دل کس قدر سخت ہوگئے ہیں اور ان کے دلوں سے خوف خدا اٹھ گیا ہے۔

ہم سب بچوں سے بہت محبت تھی۔ ہم تین بہنیں تھیں۔ ہماری

ہمارے لئے ایک جیسے فراک تیار کرتیں تو کہتے کہ ان بچیوں کو الگ الگ رنگ کے کپڑے پہنانے چاہئیں - اور ہمیشہ چشم بددور کی دعا کرتے رہنا چاہیئے -

مجھے یاد نہیں کہ ہم بہنوں پر انہوں نے کبھی کوئی سختی کی ہو یا کبھی ڈانٹا ڈپٹا ہو - اگر کبھی سرزنش کرنا پڑتی تو یہ ہماری امی کی ذمہ داری تھی کہ وہ ڈانٹ ڈپٹ کرتیں - ابا جان کہا کرتے تھے یہ باپ کا کام نہیں کہ بیٹیوں کو ڈانٹے ڈپٹے - تین بہنوں کے کافی عرصہ کے بعد ہمارا ایک بھائی پیدا ہوا اور اس کے بعد خدا نے دو جڑواں بہن بھائی دے دیئے - ان جڑواں بہن بھائی سے بھی اباجان بہت محبت کرتے اور ہمیشہ بچوں کو گود میں لے کر نظمیں ترنم سے سناتے -

ہم سب کو رات سونے سے پہلے کہانیاں سناتے - اکثر کہانیاں ابتدائے اسلام اور تاریخی واقعات پر مبنی ہوتی تھیں - Esop,s Fables بھی آپ کو پسند تھے - ان میں سے بھی اکثر کہانیاں ہمیں سناتے - خاص طور پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام اور حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایمان افروز واقعات سناتے -

ہمیں یاد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ذکر کرتے ہوئے ہمیشہ آپ کی آواز بھرا جاتی اور اس پیار بھری آواز میں ہی اپنے پیارے رسول کی پیاری باتیں سناتے - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک کا ایک واقعہ خاص طور پر ابا جان اور بچوں کو بہت پسند تھا - جب غزوہ بدر کے بعد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت کے نیچے آرام فرما رہے تھے اور ایک کافر نے آپ کی تلوار جو درخت سے لٹک رہی تھی اتار لی اور کہا کہ بتاؤ تمہیں میرے ہاتھ سے کون بچا سکتا ہے - تو آپؐ نے بڑے جلال سے کہا کہ میرا اللہ !! یہ سن کر اس کافر کے ہاتھ سے تلوار چھوٹ کر نیچے گر گئی - جب آپ نے تلوار اٹھائی اور پوچھا اب بتاؤ تمہیں میرے ہاتھ سے کون بچا سکتا ہے تو وہ تھر تھر کانپنے لگا اور معافی مانگنے لگا - سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکرائے اور فرمایا تم بھی تو یہ کہہ سکتے ہو کہ اللہ بچائے گا اور پھر آپ نے اسے معاف کر دیا - ابا جان جب یہ واقعہ ہمیں سناتے تو ہم پر بہت اثر کرتا اور دل میں غیر معمولی جوش پیدا ہوتا -

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بے حد عشق تھا اور ہمیں پنڈت لیکھرام اور ڈاکٹر الیگزینڈر ڈوئی کے واقعات سناتے اور فرماتے کہ دشمنان اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکات پر حملہ کرنے والوں کا انجام بہت برا ہوتا ہے -

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فارسی اور اردو اشعار ترنم سے پڑھتے اور ہمیں بھی یاد کرواتے اور کہتے مجھے حضور کا یہ شعر بہت پسند ہے -

آں رخ فرخ کہ یک دیدار او
زشت رو را میکند خوش منظرے

کہ وہ حسین و جمیل چہرہ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ جس کی ایک جھلک کریہہ المنظر کو بھی خوبصورت بنا دیتی ہے -

احمدیت کے لئے بہت غیرت رکھتے تھے اور کبھی احمدیت پر حملہ کو خاموشی سے برداشت نہ کرتے - لیکن کبھی کسی کو لٹھ مار طریقے سے قائل کرنے کی کوشش بھی نہ کرتے - کہتے کہ تبلیغ بہت ضروری ہے لیکن تبلیغ کا سب سے بہتر ذریعہ یہ ہے کہ جن لوگوں سے آپ کے تعلقات ہوں وہ آپ کے اعلیٰ اخلاق کے قائل ہوں اور ان کے دل پر یہ بات اثر کر جائے کہ ہاں احمدیت ہی کی برکت ہے جس سے انسان ممتاز نظر آتا ہے -

آپ کے ملنے جلنے والے غیراز جماعت دوست بڑی کثرت سے تھے لیکن سب ہی آپ کے سچے وجود اور بے داغ کردار کے قائل تھے - اور سب ہی آپ کی بہت عزت کرتے تھے - کثرت سے احمدیہ لٹریچر لوگوں کو دیتے تھے اور پھر ان سے تبادلہ خیالات بھی کرتے تھے - خداتعالیٰ کے فضل سے آپ کے اس طرز عمل سے متعدد لوگوں کو احمدیت قبول کرنے کی سعادت نصیب ہوئی -

آپ کے حلقہ احباب میں ادیب و شاعر، صحافی اور اہل علم حضرات سے لے کر غریب، مزدور پیشہ سبھی لوگ شامل تھے - آپ کو مشاعرے کا بہت شوق تھا- گو خود شعر نہ کہتے تھے مگر نہایت اعلیٰ شعری ذوق رکھتے تھے - ہمارے گھر میں کبھی کبھی مشاعرے کی محفل جمتی تھی اور روایتی مشاعرے کی طرز پر چاندنی بچھتی ، گاؤ تکیئے لگتے ، چائے کے دور چلتے اور پان کی گلوریاں پیش کی جاتیں - جب تک ہم خیر پور میں رہے ہمارے گھر پر گاہے بگاہے مشاعرے منعقد ہوتے رہے - مشاعرے میں ہم دونوں بہنوں کو یعنی مجھے اور مجھ سے چھوٹی بہن بشریٰ کو درثمین سے نعتیہ اشعار پڑھنے کی ہدایت ہوتی تھی - ہم دونوں بہنیں چھوٹی تھیں - نظمیں زبانی یاد کرتیں تھیں -

ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے
کوئی دیں دین محمدؐ سا نہ پایا ہم نے

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا
نام اس کا ہے محمد دلبر مرا یہی ہے

پھر حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نظمیں بھی ہمیں زبانی یاد تھیں -

محمد مصطفیٰؐ ہے ، مجتبیٰ ہے
محمدؐ مہ لقا ہے ، دلربا ہے

محمدؐ ہی نام اور محمدؐ ہی کام
علیک الصلوۃ و علیک السلام

یہ نظمیں ہم سے ضرور پڑھواتے اور جب لوگ اتنی پیاری نظموں سے متاثر ہوتے اور کہتے کہ اتنی چھوٹی بچیاں ہیں اور خوبصورت تلفظ سے مشکل لفظ ادا کرتی ہیں تو بہت خوش ہوتے - اباجان کہا کرتے تھے کہ اس طرح سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے پیارے صحابہؓ کا کلام دوسروں تک پہنچتا ہے اور یہ بھی تبلیغ کا ایک نہایت موثر ذریعہ ہے -

تلاوت قرآن کریم سے بہت شغف تھا اور روزانہ تلاوت قرآن کریم کرتے اور بچوں کو بھی صبح قرآن مجید پڑھواتے اور کہتے اس قدر خوبصورت اور اونچی آواز سے قرآن کریم پڑھو کہ فرشتے درود بھیجیں - اور کہتے کہ عربی پڑھنا اس لئے ضروری ہے کہ خداتعالیٰ کا کلام عربی زبان میں ہے اور اسلامی تعلیمات کا منبع عربی زبان ہے - فارسی پڑھنا بھی ضروری ہے کیونکہ اس میں بھی علم کے بحر ذخار موجود ہیں - اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کلام کا ایک بڑا حصہ عربی ، اردو کے علاوہ فارسی اشعار پر مشتمل ہے -

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بے حد محبت تھی اور عشق تھا ایک واقعہ سناتے تھے کہ آغائے بیدار بخت ایک سیاسی لیڈر اور علمی شخصیت تھے اور لاہور میں رہتے تھے ان کے ساتھ کافی ہاؤس لاہور میں اکثر بیٹھک ہوتی تھی ایک دفعہ باتوں باتوں میں وہ کہنے لگے کہ نہ جانے کیا بات ہے کہ پنجاب میں کوئی مخلص لیڈر پیدا نہیں ہوتا - میں نے انہیں جواب دیا کہ آپ کو تو خدا نے وہ لیڈر عطا کیا جس کی نظیر نہیں - انہوں نے پوچھا کون سا لیڈر ؟ تو میں نے جواب دیا کہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ جیسے لیڈر کو چھوڑ کر آپ کیا چاہتے ہیں - اب کوئی لیڈر آپ کو نہیں ملے گا - تو انہوں نے کہا کہ ہاں واقعی یہ بات تو درست ہے -

آپ کی دلیری اور بہادری کے سب لوگ قائل تھے اور بہت سے لوگ ایسے واقعات کے عینی شاہد تھے جہاں آپ نے غلط بات کو آگے بڑھ کے روکا یا غلط بات کہنے والے کو چاہے وہ کتنا بڑا آدمی ہو اور اس کا دنیاوی رتبہ کچھ بھی ہو ٹوک دیا -

ایک دفعہ ذوالفقار علی بھٹو سابق وزیر اعظم پاکستان جب وہ جنرل محمد ایوب خان کی کابینہ کے ایک نوجوان وزیر تھے ، خیر پور آئے اور خیر پور کے شہریوں کی ایک مجلس سے خطاب کے دوران کوئی خلاف واقعہ بات کی تو آپ کھڑے ہوگئے اور انہیں فوراً روکا اور کہا کہ یہ بات خلاف واقعہ ہے یا اس طرح نہیں ہے بلکہ اس طرح ہے -

یہ آپ کے انصاف پسند وجود کا خاصہ تھا کہ لوگ خواہ وہ کسی بھی سیاسی اور مذہبی گروپ سے تعلق رکھتے آپ کی بے حد عزت کرتے تھے سندھ کے لسانی فسادات جو بھٹو کی وزارت عظمیٰ کے زمانے میں ہوئے اس زمانے میں اباجان لطیف آباد ، حیدر آباد میں کالج کے پرنسپل تھے اور ہر قسم کی گروپ بندی کالجوں میں ہونے کے باوجود آپ کے کالج میں کوئی فساد نہ ہوا -

سندھ میں ملازمت کے دوران مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والے لوگ آپ کے حلقہ احباب میں شامل تھے اور کالج کے ساتھی بھی تھے - ان سے بہت محبت کا سلوک کرتے - ان کو گھر پر مدعو کرتے - ایک دفعہ میرے بھائی عماد نے جو صرف چار ، پانچ سال کا تھا ایک ہندو پروفیسر صاحب کو رمضان میں کھانا کھاتے دیکھا اور پوچھا کہ آپ نے روزہ نہیں رکھا تو انہوں نے جواب دیا کہ نہیں - اس پر اس نے خود ہی جواب سوچا اور کہا کہ اچھا ابھی آپ چھوٹے ہوں گے - میں بھی تو روزہ نہیں رکھتا - ان صاحب نے خود ہی یہ لطیفہ ابا جان کو سنایا اور خوب لطف اٹھایا -

اپنے گھر میں کام کرنے والے ملازموں کی عزت نفس کا بہت خیال رکھتے تھے اور ان سے کبھی غیر ضروری کام نہ لیتے تھے اور ان کی مدد بھی کرتے تھے - ہمارے گھر میں یکے بعد دیگرے دو ملازم آئے جن کے نام کے ساتھ میر کا لفظ تھا - ہم بچوں کو اجازت نہیں تھی کہ ہم ان کے نام لیں - ہم لوگ ہمیشہ ان کو میر صاحب کے لفظ سے پکارتے اور عزت سے پیش آتے - کہتے تم لوگوں کو معلوم نہیں یہ لوگ ہندوستان سے ہجرت کرکے لٹ لٹا کر یہاں آئے ہیں اور ان کے پرانے حالات حال سے بہت بہتر تھے - اس لئے ان کے جذبات کا خیال رکھنا بے حد ضروری ہے -

کہیں ٹھیس نہ لگ جائے ان نازک آب گینوں کو

آپ کی حالات حاضرہ پر بہت گہری نظر تھی اور سیاسی حالات کو بہت اچھی طرح سے سمجھتے تھے اس لئے آنے والے واقعات کا اندازہ بہت پہلے سے کر لیتے تھے - اس کی دو وجوہ تھیں پہلی یہ کہ آپ سندھ میں آباد ہر طبقہ فکر سے بخوبی واقف تھے اور ان کے مزاج کو خوب سمجھتے تھے اور ہر سطح کے لوگوں سے تعلقات تھے - دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خداداد ذہانت اور فراست عطا کی تھی - جب 1974ء میں جماعت احمدیہ کے خلاف شورش بڑھی تو آپ نے بہت پہلے سے اس کا اندازہ لگا لیا تھا اور بہت فکر مند رہتے تھے کہ جماعت احمدیہ اور حضور خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کو کسی قسم کا گزند اور تکلیف نہ پہنچے -

آپ کی شہادت بھی ہم سب گھر والوں کے لئے ایک بہت تکلیف دہ اور دلگداز واقعہ تھا - آپ کی شہادت سے کچھ ماہ پہلے میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا آپ شہید ہو چکے ہیں اور خواب میں دکھایا گیا کہ آپ کی دائیں پسلی میں خنجر یا چاقو سے گہرا زخم پہنچا ہے - اس خواب کا میرے دل پر گہرا اثر ہوا اور خوف بھی محسوس ہوا کیونکہ خواب کی کیفیت سے مجھ پر واضح ہوا کہ شہادت کی طرف اشارہ ہے - لیکن میں نے اس خواب کا کسی سے ذکر نہیں کیا - البتہ جب اباجان خیرپور سے حیدرآباد آئے جب کہ ہم لوگ 1974ء میں حیدرآباد میں مقیم تھے اور اباجان ملازمت کی غرض سے خیرپور میں رہتے تھے تو میں نے ابا جان سے کہا کہ صدقہ ضرور دے دیں -

اباجان اگست 1974ء کے آخری دنوں میں ہم لوگوں سے ملنے کے لئے حیدرآباد تشریف لائے ہوئے تھے - جب آپ نے واپس خیرپور جانے کا ارادہ کیا تو ہمارے چچاجان پروفیسر ڈاکٹر عقیل بن عبدالقادر صاحب شہید نے کہا: " بھائی آپ خیرپور نہ جائیے مجھے آپ کے جانے پر انشراح نہیں ہے - " لیکن اباجان نے جواب دیا کہ مجھے جانا ہی ہوگا - مجھے یاد ہے کہ آپ کے جانے کے بعد بہت بے چینی رہی اور اس کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی تھی کہ یہ کرب اور یہ کسک کیوں ہے -

2 ستمبر 1974ء کی رات کو تقریباً دس بجے چچاجان ڈاکٹر عقیل بن عبدالقادر صاحب شہید کے کلینک پر ڈپٹی کمشنر خیرپور کا ٹیلی فون آیا کہ آپ کے بھائی پروفیسر عباس بن عبدالقادر صاحب کی وفات ہوگئی ہے اور موت کی وجہ حرکت قلب بند ہو جانا ہے - چچاجان نے اسی وقت خیرپور جا کر آپ کی نعش لانے کا ارادہ کیا اور ڈپٹی کمشنر کو اس بات کی اطلاع بھی دی - مگر اس نے جواباً کہا کہ نہیں آپ کو آنے کی ضرورت نہیں ہم خود ہی اپنی نگرانی اور پروفیسر عباس صاحب کے دوستوں کی معیت میں نعش کو حیدرآباد بھجوا دیں گے - چچا جان اور دوسرے تمام عزیزوں کو یہ بات اور واقعات بہت غیر معمولی محسوس ہوئے اس لئے کہ اگر کسی انسان کا انتقال ہو جائے تو ڈی - سی حضرات متعلقہ خاندان یا عزیزوں کو اطلاع نہیں دیتے اور نہ ہی اپنی نگرانی میں نعش خاندان کی تحویل میں دیتے ہیں - اور چونکہ اباجان کو دل کا عارضہ کبھی لاحق نہ تھا - اور نہ ہی اس کی کوئی بظاہر وجہ معلوم تھی اس لئے ان کا اچانک حرکت قلب بند ہونے سے انتقال کی خبر بھی بے حد تکلیف دہ اور غیر معمولی تعجب کا باعث ہوئی -

جب آدھی رات کے وقت آپ کی نعش ایک ٹرک کے ذریعہ چند ساتھیوں کی معیت میں چچا جان کے مکان پر حیدرآباد پہنچی تو شدید گرمی تھی - ایسی سخت گرمی میں بجائے برف کا انتظام ہونے کے لحاف اور گدوں میں آپ کی نعش لپٹی ہوئی تھی - میری والدہ کے استفسار پر ابا جان کے ایک ساتھی نے جواب دیا کہ ہم لوگوں کو علم نہیں کہ پروفیسر صاحب کو کیا ہوا تھا -

جیسے ہی جسم کو غسل کے لئے رکھا گیا تو میرے چھوٹے چچا جان پروفیسر ڈاکٹر زید بن عبد القادر صاحب نے کہا کہ بھائی جان کے جسم پر تو زخم ہیں اور ایک پستول کی گولی پسلی کی طرف سے نکل کر پروفیسر ڈاکٹر زید کے ہاتھ میں آگری - پروفیسر ڈاکٹر عقیل بن عبد القادر صاحب نے جسم کا معائنہ کرنے کے بعد جس میں پستول کی گولیوں کے علاوہ تشدد کے نتیجے میں ہونے والے زخم بھی موجود تھے ، فوراً ابا جان کی میت کو سول ہسپتال میں پوسٹ مارٹم کے لئے بھجوایا - جہاں پر ڈاکٹروں نے معائنہ کے بعد ثابت کیا کہ آپ کی وفات جسم اور سر کے مختلف حصوں میں گولیاں لگنے کے نتیجے میں خون بہنے کے باعث واقع ہوئی ہے -

یہ تمام واقعات ، حیدرآباد میں آپ کی تدفین ، تدفین کے بعد شرپسندوں کے فسادات کے نتیجہ میں میت کو قبرستان سے نکال کر ربوہ لے جانا ، دوران تفتیش اعلیٰ حکام کی طرف سے مختلف دھمکی آمیز بیانات وغیرہ ہم سب عزیزواقارب اور خاندان کے لئے بہت دل شکنی اور خوف کا باعث بنے - لیکن خداتعالیٰ نے محض اپنے فضل اور رحم سے اور بہت ہی پیار کرنے والے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ علیہ ، الہیٰ جماعت اور محبت کرنے والے مقامی اور غیرمقامی احباب اور غیراز جماعت دوستوں کی ہمدردی اور اعانت سے دل کو تسلی اور سکون بھی عطافرمایا۔

ہمارے دادا جان حضرت پروفیسر عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت حیات تھے اور اس دردناک سانحہ کے بعد خداتعالیٰ نے آپ کو تقریباً ساڑھے تین سال اور زندگی عطا فرما دی - آپ نے کمال صبر اور بے مثال ہمت کا نمونہ دکھایا اور کسی قسم کی بے صبری کے کلمات

باقی صفحہ (11)پر ملاحظہ فرمائیں

آئی ایس آئی کے شک میں اسعد مدنی کا بیٹا گرفتار

لکھنؤ 20 جولائی (نامہ نگار) جمیعۃ علماء ہند یوپی نے اپنے ایک ہنگامی جلسہ میں جو مولانا حیات اللہ قاسمی کی صدارت میں ہوا ریاستی اور مرکزی حکومت پر تنقید کی اور امیر الہند اور صدر جمیعۃ علماء مولانا اسعد مدنی کے بیٹے مولانا محمد مدنی کے شتابدی ایکسپریس ٹرین پر پولیس، ریلوے پولیس اور لوکل انٹیلیجنس والوں کی بدسلوکی اور کانپور اسٹیشن پر انکو ٹرین سے اتار کر گرفتار کرنے کے واقعہ کو اس مبینہ سرکاری خفیہ سرکولر کے تحت سازشی کاروائی قرار دیا ہے جس میں مدرسوں، علماء اور سرکردہ مسلمانوں کو پریشان اور دہشت زدہ کرنے کی ہدایت دی گئی ہے۔ واضح ہو کہ مولانا محمد مدنی اور انکے ایک ساتھی غزالی صاحب لکھنؤ سے 17 جولائی کو شتابدی ایکسپریس ٹرین پر سوار ہوئے تھے کانپور پہنچنے پر پولیس انکے ڈبے میں پہنچی اور انکو دہشت گرد کے شبہ میں ٹرین سے اتار کر تلاشی لی اور حراست میں لے لیا۔

(روزنامہ اردو ٹائمز ممبئی 21-7-02)

دیوبند میں دارالعلوم کے ایک طالب علم کی بدحرکت اور دیگر طلباء کی غنڈہ گردی
دوکانداروں نے طلباء کی پٹائی کی

لکھنؤ 24 جولائی (یو این آئی) دارالعلوم دیوبند کے طلباء کی کل رات دکانداروں سے جھڑپوں کے بعد وہاں پولیس تعینات کر دی گئی ہے۔ یہاں ڈائرکٹر جنرل پولیس کے دفتر کے مطابق دارالعلوم کے طلباء اس وقت بھڑک اٹھے جب ایک دکاندار نے ایک طالب علم کی پٹائی کر دی جس نے مبینہ طور پر ایک کتب فروش کے چھ سالہ لڑکے کے ساتھ بدفعلی کرنے کی کوشش کی تھی اس واقعہ کے بعد دارالعلوم کے لڑکوں نے مقامی دکانوں کو نقصان پہنچایا بعدازاں امن بحال کرنے کے لئے علاقہ میں بڑی تعداد میں پولیس فورس تعینات کر دی گئی۔ آج صورتحال قابو میں بتائی جاتی ہے۔ اگرچہ اس سلسلہ میں ابھی تک کوئی گرفتاری عمل میں نہیں آئی ہے تاہم مقامی پولیس اسٹیشن میں کیس درج کر لیا گیا ہے۔ (روزنامہ اردو ٹائمز ممبئی 26-7-02)

دعائے مغفرت

افسوس! مکرمہ ل بشریٰ صاحبہ اہلیہ مکرم C منیر احمد صاحب سیکرٹری مال جماعت احمدیہ کوڈالی ۱۹ جون ۲۰۰۲ء کو بعمر ۴۳ سال وفات پا گئیں اناللہ وانا الیہ راجعون مرحومہ پیدائشی احمدی نیک دیندار دعاگو صوم وصلوٰۃ کی پابند غربا و مساکین کا خیال رکھنے والی، مہمان نواز صابر، ہنس مکھ ملنسار زندہ دل خاتون تھیں۔ مرکز سلسلہ سے آنے والے نمائندگان کی مہمان نوازی کرنا اپنے لئے موجب سعادت سمجھتی تھیں کچھ عرصہ پہلے ٹیومر کے آثار ظاہر ہوئے گذشتہ ایک ماہ سے اچانک تکلیف شدت اختیار کر گئی باوجود علاج کے کوئی فرق نہ پڑا۔ بالآخر خدا تعالیٰ کی تقدیر غالب آئی۔

مرحومہ نے اپنے پیچھے خاوند کے علاوہ دو لڑکے ایک لڑکی یادگار چھوڑے ہیں۔ چھوٹا بچہ تحریک وقف نو میں شامل ہے اگلے روز ٹھیک دو بجے مکرم مولانا محمد عمر صاحب مبلغ انچارج کیرلہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور کوڈالی کے احمدیہ قبرستان میں تدفین ہوئی۔ مرحومہ کی مغفرت بلندی درجات رشتہ داروں کو صبر جمیل عطا ہونے اور بچوں کے روشن مستقبل کیلئے دعا کی درخواست ہے۔ (کے عبدالسلام معلم وقف جدید)

> "جب تک نور الٰہی بصارت عطا نہ کرے اس وقت تک انسان اپنے نقص بھی دیکھ نہیں سکتا اور جب تک وہ نقص دور نہ ہوں نور الٰہی عطا نہیں ہو سکتا"۔
>
> (ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

آئینۂ پاکستان

قتل کے لئے اُکسانے پر مولوی گرفتار

انگریزی روزنامہ ڈان کے مطابق پنجاب کے جرانوالہ میں پولیس نے ایک مقامی مسجد کے امام اور اس کے دو ساتھیوں کو حراست میں لے لیا ہے جو جاوید کے قتل کے لئے گاؤں والوں کو اکسا رہا تھا۔ اخبار کے مطابق جاوید نے جمعہ کی نماز کے بعد دی گئی تقریر میں امریکہ مخالف تبصرہ پر اعتراض کیا۔ اس سے پہلے جمعہ کو پڑوس کے گاؤں میں اسی مذمت کے الزام میں ایک چالیس سالہ شخص زاہد شاہ کو پتھر مار مار کر ہلاک کر دیا گیا تھا۔ اور پولیس نے اس تعلق میں 300 آدمیوں کو حراست میں لیا ہے۔ اخبار نے بتایا کہ مولوی حافظ عبداللطیف نے اپنی تقریر میں پاکستان سرکار اور امریکا کے خلاف سخت تبصرہ کیا جس پر جاوید نے مولوی سے کہا کہ وہ صرف اسلامی مسئلوں تک ہی اپنی تقریر کو محدود رکھے۔ جاوید نے کہا کہ امریکہ کے خلاف تبصرہ کرنے کی بجائے آپ ہمیں اسلام کے بارہ میں بتایئے۔ امام کو یہ برداشت نہیں ہوا اور اس نے وہاں موجود لوگوں سے جاوید کو مارنے کو کہا۔ اخبار کے مطابق مولوی نے بھیڑ کو اکساتے ہوئے کہا کہ یہ بھی ایک امریکی ہے اور مسلمانوں کا دشمن۔ مولوی کے اکسانے پر بھیڑ مشتعل ہو گئی اور گھر تک جاوید کا پیچھا کیا۔ جاوید کے رشتہ دار کسی طرح پولیس کو خبر کرنے میں کامیاب ہو گئے اور پولیس نے موقع پر پہنچ کر بھیڑ کو منتشر کر دیا۔ اخبار ڈان کے مطابق راڈ لاٹھی اور ہتھیاروں سے لیس 50 سے زائد لوگوں نے اس مکان کا محاصرہ کر لیا تھا جس میں جاوید چھپا ہوا تھا۔

پاکستانی مدرسوں کے لئے غیر ملکی امداد پر پابندی

اسلام آباد، 20 جون (یو این آئی) پاکستان نے آج اپنے یہاں کے دینی مدارس پر غیر ملکی امداد پر پابندی لگا دی اور مدرسوں کے حساب کھاتے اور سالانہ رپورٹ مدرسے بورڈ کو بھیجنا لازمی بنا دیا۔ وزیر اطلاعات نثار اے میمن نے ایک نیوز کانفرنس میں بتایا کہ آج کابینہ نے مدرسہ رجسٹریشن آرڈیننس 2002ء کو منظوری دے دی جس میں دینی درسگاہوں کو ضابطے کا پابند بنانے کی گنجائشیں رکھی گئی ہیں۔ کابینہ کی میٹنگ میں صوبائی گورنر نے بھی شرکت کی۔ صدارت پاکستان کے صدر جنرل پرویز مشرف نے کی۔ اس آرڈیننس کے تحت پاکستان مدرسہ بورڈ یا صوبائی مدرسہ ایجوکیشن بورڈ میں اپنا اندراج کرانا ہوگا۔ اس کے بعد قومی تعلیمی وسائل تک ان کو رسائی حاصل ہو سکے گی۔ اب کے بعد دینی مدرسوں کو صرف اسی صورت میں سرکاری امداد ملے گی کہ وہ دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ جدید اور عصری تعلیم سے بھی طلبہ کو روشناس کریں۔ اس آرڈیننس میں کہا گیا کہ حکومت مدرسوں کے دینی نصاب میں کوئی مداخلت نہیں کرے گی۔ لیکن اسے یقینی بنائے گی کہ ان درسگاہوں میں سائنس اور ریاضیات اور انگریزی زبانوں کی بھی تعلیم دی جائے۔ نئے آرڈیننس کے تحت کوئی بھی رجسٹرڈ مدرسہ حکومت کی پیشگی اجازت کے بغیر نہ تو غیر ملکی طلبہ کو اپنے یہاں داخلہ دے گا اور نہ ہی درس و تدریس کے لئے بیرونی ممالک سے اساتذہ کو بلوائے گا۔

دو قبیلوں کے درمیان خونی جنگ
ایک دوسرے کی مسجدوں پر حملے کئے گئے

پشاور پاکستان کے قبائلی علاقہ میں ایک زمینی تنازعہ کو لیکر چھڑی لڑائی میں کم از کم 14 افراد مارے گئے۔ اطلاع کے مطابق شمالی وزیرستان کے علاقہ کے دریخان اور تابیوال دعانی قبیلوں کے بیچ جھگڑے میں کم از کم آٹھ افراد مارے گئے۔ اور ایک دوسرے کی مسجد پر بھی حملہ کیا گیا۔ ان علاقوں میں زمین کو لیکر تنازعہ ایک عام بات ہے اور ایسے تنازعات اکثر جنگ کی شکل اختیار کر جاتے ہیں۔ گزشتہ ماہ شمالی وزیرستان میں قبیلوں کے بیچ ہوئے زبردست جھگڑے میں 21 لوگ مارے گئے تھے۔

(عقیل احمد سہارنپوری سرکل انچارج شولاپور سرکل مہاراشٹر)

بقیہ صفحہ :: 10

اپنی زبان پر نہ لائے۔ یہ سراسر اس کا فضل ہے، احسان ہے اور رحم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دادا جان کو بہت ہمت دی اور اس ضعف اور پیرانہ سالی میں اتنے بڑے سانحہ کو برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ دادا جان، اباجان کی شہادت کے بعد کبھی ان کا ذکر نہ کرتے۔ صرف ایک دفعہ کہا کہ

"بیٹا! مجھے ایک دفعہ خواب میں نظر آیا کہ مجھے جنت کے پھلوں میں سے پھل پیش کئے گئے اور میں حیران ہوتا رہا کہ مجھ ناکارہ اور گناہ گار سے کون سا ایسا عمل سرزد ہوا کہ مجھ پر خدا تعالیٰ کا یہ احسان ہوا۔ یہ بات تو مجھ پر عباس کی شہادت کے بعد واضح ہوئی کہ میری خواب کی تعبیر کیا تھی۔ اس لئے کہ شہید اولاد جنت کے پھلوں سے تعبیر کی جاتی ہے میری عقل پر کیسا پردہ پڑ گیا کہ مجھے تعبیر جانتے ہوئے بھی اپنے خواب کی تعبیر سمجھ نہ آئی۔"

یہ خواب بیان کرتے ہوئے دادا جان کی آواز بھرا گئی اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

اباجان کی شہادت کے بعد دادا جان نے خواب دیکھا کہ ان کو گلاب کے دو پھول پیش کئے گئے۔ اس کی تعبیر دادا جان نے خود ہی سمجھ لی کہ اس سے مراد شہید اولاد ہے۔

میرے دادا جان کو کیا معلوم تھا کہ جنت کے پھلوں میں سے خداتعالیٰ نے کچھ اور پھل ابھی ان کے لئے چن رکھے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کو اور بھی اپنے قرب سے ممتع کرنا ہے۔

دادا جان کی وفات 1978ء میں ہوئی اور ان کے وصال کے بعد 1985ء میں آپ کے تیسرے بیٹے پروفیسر ڈاکٹر عقیل بن عبد القادر صاحب نے بھی جام شہادت نوش کیا اور حضرت دادا جان کے خواب کی تکمیل کی۔ لیکن میرے پیارے خدا نے دوسرے بیٹے کی شہادت کے دلگداز واقعہ سے پہلے ہی دادا جان کو اپنے پاس بلا لیا۔

اباجان کی شہادت کے وقت بچے چھوٹے تھے۔ لیکن خدا کے فضل سے سب بیٹیوں اور بیٹوں نے اعلیٰ تعلیم پائی اور خداتعالیٰ نے بے شمار برکتوں اور فضلوں کی بارش برسائی جن کے نام درج ذیل ہیں:

- محترمہ حمدیٰ بیگم صاحبہ زوجہ پروفیسر عباس بن عبدالقادر، امریکہ
- خاکسارہ سیدہ مریم سکینہ اہلیہ مکرم ڈاکٹر مسلم بن عقیل صاحب اوسلو ناروے
- محترمہ سیدہ بشریٰ خدیجہ صاحبہ اہلیہ مکرم سردار رفیق احمد صاحب، بفیلو، امریکہ
- محترمہ سیدہ بشریٰ سلمان احمد صاحبہ اہلیہ مکرم نصیر احمد سلمان صاحب، ٹورانٹو، کینیڈا
- مکرم سید حماد اسماعیل بن عباس صاحب، نیویارک، امریکہ
- مکرم سید عمار بن عباس صاحب، نیویارک، امریکہ
- محترمہ سیدہ ڈاکٹر عامرہ بنت عباس صاحبہ اہلیہ مکرم ڈاکٹر فیروز احمد پیڈر صاحب، امریکہ

قارئین کرام ایک طرف اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور احسانوں کو دیکھئے اور دوسری طرف شہید کرنے والوں کے انجام پر نظر ڈالیے کہ اباجان کو شہید کرنے والے لوگ خداتعالیٰ کی قہری تجلی کا نشانہ بنے اور ان کی نسلیں آپس میں لڑنے مرنے میں مبتلاء ہو گئیں اور ابھی تک یہ فساد ختم نہیں ہوا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF NEWSPAPERS FOR INDIA AT NO-RN61/57

Editor:
Muneer Ahmad Khadim
Tel Fax (0091) 01872-20757
Tel Fax (0091) 01872-21702
Tel (0091) 01872-20814

The Weekly **BADR** Qadian
Qadian 143516, Distt. Gurdaspur Punjab (INDIA)

Vol:51 Wednesday 14th August 2002 Issue No. 33

Subscription
Annual Rs/-200
Foreign
By Air : 20 £ or 40 U.S $
: 60 Mark Germany
By Sea : 10 £ Or 20 U.S $

گاہے گاہے باز خواں

جب بھدرواہ کے غیر احمدی نوجوانوں نے احمدی مبلغ کو آریہ مقرر کے مقابل پر بُلایا تھا

حضرت مولانا محمد حسین صاحبؓ نے قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل اور تسلی بخش جواب دئے

پیشکش مکرم مولوی عنایت اللہ صاحب نگران دعوت الی اللہ جموں ریجن

جنوری 1940ء کی بات ہے ۔مرکز احمدیت قادیان سے سلسلہ احمدیہ کے ایک جیّد اور خدادوست عالم حضرت مولانا محمد حسین صاحب رضی اللہ عنہ (المعروف سبز پگڑی والے) دعوت حق کے سلسلہ میں بھدرواہ کی وادی میں پہنچے ۔محترم مولانا صاحب موصوف نے ایک نیک فطرت اخون صاحب سے ان کی دوکان کا چوبارہ ایک روپیہ ماہوار کرائے پر لیکر وہاں رہائش اختیار کی اور تبلیغ کا کام شروع کیا۔لیکن چند ہی روز بعد مکرم اخون صاحب نے محترم مولانا صاحب کو اپنے گھر کی بیٹھک میں منتقل کیا اور آپ کے کھانے کا انتظام بھی اپنے گھر ہی کر دیا۔اس طرح تھوڑے ہی عرصہ کی تبلیغ کے نتیجہ میں درج ذیل نفوس پر مشتمل ایک مخلص جماعت بھدرواہ میں قائم ہوئی۔

☆......مکرم عبدالرحمٰن خان صاحب ☆......مکرم ملک عبدالرحمٰن صاحب مرحوم ☆......مکرم محمد عبداللہ صاحب منڈاشی ☆......مکرم میر جمال الدین صاحب مرحوم ☆......مکرم میر عبد الغنی صاحب مرحوم ☆......مکرم میر عبدالاحد صاحب مرحوم ☆......مکرم ماسٹر عبدالکریم صاحب مرحوم کی ہمشیرہ مرحومہ جو کہ محترم عبدالرحمٰن خان صاحب کی زوجیت میں آئیں نہایت مخلص اور احمدیت پر جان نثار کرنے والی خاتون تھیں ۔اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند سے بلندتر فرماتا چلا جائے۔آمین۔

☆ ماسٹر محمد صدیق صاح مع چھ بچے واہلیہ
☆......مکرم غلام رسول صاحب خطیب مرحوم
☆......مکرم غلام رسول صاحب گنائی مرحوم
☆......مکرم غلام نبی صاحب ☆......مکرم غلام حیدر صاحب مرحوم مع اہلیہ وتین بیٹیاں

1945 میں محترم مولانا محمد حسین صاحب رضی اللہ عنہ دعوت الی اللہ کے ہی تعلق میں کشتواڑ میں مقیم تھے کہ آریوں نے بھدرواہ میں اسلام پر اعتراضات کرنے شروع کر دیئے ۔جس کا بھدرواہ کے غیر احمدی نوجوانوں نے نوٹس لیا۔وہ اپنے مولویوں کے پاس گئے تا وہ آریوں کے اعتراضات کے جواب ان سے معلوم کریں لیکن ان کے مولویوں نے اعتراضات کے جواب دینے کی بجائے اُلٹا نوجوانوں کو کوسنا اور ڈانٹنا شروع کیا اور کہا کہ تم لوگ آریوں کی ایسی مجلس میں جہاں اسلام پر اعتراض کئے گئے کیوں گئے تھے۔مولویوں سے ناامید ہوکر بھدرواہ کے مسلمان نوجوانوں نے ایک کمیٹی بنائی جس کا نام ”آزاد نوجوان“ رکھا۔آزاد نوجوان کمیٹی کے ممبران نے احمدی نوجوانوں سے کہا کہ آریہ لوگ اسلام پر اعتراض کر رہے ہیں اور انعامی چیلنج دے رہے ہیں اگر کوئی مولوی ان کے اعتراضوں کا جواب دے دے تو وہ اسے پچاس روپیہ انعام دیں گے ۔اور کہا کہ ہم اپنے مولویوں کے پاس گئے تھے لیکن ہمیں ان سے ناامیدی ہوئی ہے ۔اس لئے آپ اپنے مرکز سے کسی مولوی کو بلائیں ۔باوجود بائیکاٹ کے آزاد نوجوان تنظیم کے نوجوانوں نے ایسا قدام اٹھایا اور احمدیوں کو مجبور کیا کہ وہ احمدی مبلغ کو آریوں کے اعتراضات کے جوابات دینے کے لئے بلائیں ۔چنانچہ حضرت مولانا محمد حسین صاحب رضی اللہ عنہ (المعروف سبز پگڑی والے) کو کشتواڑ سے تار دے کر بلایا گیا۔موصوف ان دنوں دعوت الی اللہ کے ہی سلسلہ میں کشتواڑ میں مقیم تھے ۔بھدرواہ پہنچکر مولوی صاحب نے منتظم ممبران کو بلا کر کہا کہ اگر آپ آریوں کے اعتراضات کا تسلی بخش جواب سننا اور انہیں سنانا چاہتے ہیں تو خود شہر میں منادی کرو تا کہ لوگ کثرت سے جلسہ میں شامل ہوں ۔چنانچہ آزاد نوجوان تنظیم کے ممبران نے صبح اور دوپہر کو دو وقت شہر میں جلسہ کی منادی کی ۔بعد دوپہر جلسہ سیری بازار کے وسیع میدان میں شروع ہوا جس میں ہزاروں کی تعداد میں پبلک شریک تھی ۔ہندوؤں اور مسلمانوں کی مستورات اردگرد کے مکانات کی چھتوں پر بیٹھی تھیں ۔آریہ واعظ جنہوں نے جلسہ کر کے تقریر میں اسلام پر اعتراضات کئے تھے ایک آریہ ڈاکٹر کی دوکان پر بیٹھے تھے ۔اس وقت کے تحصیلدار صاحب جو خود بھی کٹر آریہ تھے وہ بھی قریبی ہسپتال کے ایک کمرہ میں بیٹھ گئے۔

محترم حضرت مولانا محمد حسین صاحب رضی اللہ عنہ (المعروف سبز پگڑی والے) نے تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے ساتھ تقریر شروع کی اور آغاز میں فرمایا:

احباب کرام موجودہ گورنمنٹ کے قانون میں ہر مذہب وملت کے لوگوں کو اس بات کی آزادی ہے کہ اپنے اپنے مذاہب کی پُر امن طریق پر تبلیغ کریں مگر یہ کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ دوسرے مذہب والوں کے اعتقادات ومسلمات اور اصولوں کو توڑ مروڑ کر پیش کر کے ان کی دلشکنی اور اپنی جہالت کا ثبوت دے ۔میں عرصہ پانچ سال سے بھدرواہ شہر میں آکر تقاریر کر رہا ہوں ہمیشہ اسلام کی خوبیاں بیان کرتا رہا۔آریہ وسناتن پنڈت صاحبان بھی آکر اپنا پرچار کرتے رہے کبھی کسی نے ایک دوسرے پر اعتراض نہیں کیا۔تمام ہندو اور مسلمان نہایت پیار اور محبت سے رہتے رہے ہیں ۔مگر امسال جو آریہ لیکچرار تشریف لائے ہیں انہوں نے اپنی تقاریر سے یہاں کی فضا خراب کر دی ہے ۔اور اسلام پر ایسے رنگ میں حملے کئے ہیں جو مسلمانوں کی برداشت سے تجاوز کر گئے ہیں ۔اور مسلمانوں کو اس چیز کا بہت دکھ ہے کہ آریوں نے یہ جرأت کیسے کی ہے جب کہ اس قصبہ میں مسلمان اکثریت میں ہیں ۔ان کے خدا، رسول، اور اسلام پر انہوں نے سوقیانہ قسم کے اعتراض کئے ہیں ۔اس کی وجہ صرف اور صرف تحصیل دار صاحب کا آریہ اور جج صاحب کا ہندو ہونا ہی ہو سکتی ہے ورنہ پہلے کبھی ایسا کیوں نہیں ہوا تھا۔میں نے اس جوش کو ٹھنڈا کرنے کی یہی تجویز سوچی کہ آریوں کے سب اعتراضوں کا مدلل جواب دے کر بتایا جائے کہ یہ کم علمی اور تعصب کی بنا پر اعتراض کئے گئے ہیں ۔تا کہ مسلمانوں کے دل مطمئن ہو جائیں ۔اور ہندو صحیح حقیقت جان کر امن کی فضا پیدا کر سکیں اور ساتھ ہی فتنہ پرداز لیکچراروں کی فتنہ پردازی سے نفرت کریں ۔بعدہ محترم مولانا صاحبؓ نے آریہ لیکچرار کے تمام اعتراضات کے مدلل اور تسلی بخش جوابات دئے جسے تمام سامعین آریہ واعظ اور تحصیلدار صاحب بھی شروع سے آخر تک سنتے رہے۔

مولوی صاحبؓ نے یہ بھی فرمایا کہ:

اگر آریہ اپدیشک اب بھی لفظ ”اللہ“ کو موہوم سمجھتے ہیں تو انہیں ویدوں کی قسم دیتا ہوں کہ وہ اب میدان میں نکل کر اعتراض کریں لیکن انہیں جرأت نہ ہوئی خاموشی سے سنتے رہے۔

آخر میں مولوی صاحب نے اعلان کیا کہ کل پھر اسی طرح جلسہ ہوگا اور بڑا دلچسپ ہوگا۔امید ہے کہ سب احباب کثرت سے آئیں گے ۔حضرت مولانا صاحبؓ کی تقریر کے اختتام پر جلسہ میں شریک نوجوانوں نے اسلام زندہ باد احمدی مبلغ زندہ باد اور اللہ اکبر کے نعرے کثرت سے لگائے اور ایک بڑا ہجوم آپ کو آپکی رہائش گاہ تک چھوڑنے کے لئے ساتھ ہوا۔

قابل ذکر بات ہے کہ تحصیلدار صاحب نے رات کو حضرت مولانا صاحب کی قیام گاہ پر تشریف لا کر آپ کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ میں آپ کی غلط فہمی دور کرنے آیا ہوں ۔میرے ایماء پر پنڈت نے ایسا لیکچر نہیں دیا اور نہ ہی میں اس قسم کے لیکچر پسند کرتا ہوں۔یہ اس پنڈت کی ذاتی غلطی تھی اب میں نے اسے فوراً شہر سے نکل جانے کا حکم دے دیا ہے۔وغیرہ

دوسرے روز بھی خدا کے فضل سے جلسہ ہوا پہلے روز سے زیادہ پبلک اکٹھی ہوئی ۔حضرت مولانا صاحب کی تقریر شام تک جاری رہی جس میں آپ نے آریہ سماج کا مسئلہ آواگون اور بیاہ کی تعلیم، مسئلہ تناسخ اور نیوگ وغیرہ کو ان کی اپنی کتب منوشاشتر، ستیارتھ پرکاش، سنسکار ودھی اور رگوید آدھی بھاشیہ وغیرہ کے حوالوں سے بیان کیا۔ان حوالوں نے سب کو حیرت زدہ کر دیا اور مسلمان نوجوانوں کی طرف سے بار بار اور بات بات پر نعرہ تکبیر، اسلام زندہ باد اور احمدی مبلغ زندہ باد کے نعرہ جات بلند ہوتے رہے۔

تقریر ابھی جاری تھی کہ مغرب کی اذان ہوئی چونکہ رمضان کا مہینہ تھا افطاری کا سامان وہیں منگوا کر افطار کیا گیا اور دعا پر جلسہ ختم ہوا۔حضرت مولانا صاحب نے آخر پر فرمایا کہ۔

بیان کرنے کو ابھی بہت کچھ باقی ہے مگر تحصیلدار صاحب کی خواہش ہے کہ اب اس سلسلہ کو بند کر دیا جائے اور دوسرے یہ مہینہ رمضان کا ہے اس لئے عبادت کی طرف زیادہ توجہ ہونی چاہئے اور اس قسم کے گندے اعتقاد کا ذکر بھی اچھا نہیں ہے۔اس لئے اب کوئی تقریر نہیں ہوگی ۔آپ نے السلام علیکم کہا۔حاضرین نے وعلیکم السلام کہا اور رخصت ہوئے۔

آج بھی ضرورت ہے اس بات کی کہ مسلمان نوجوان اس طرف توجہ کریں اور ”آزاد نوجوان“ تنظیم کے تحت منظم ہوکر اپنی ایمانی جرأت کا مظاہرہ اس رنگ میں کریں کہ احمدی مبلغین کی عالمانہ اور حقیقی اسلام کی تعلیمات پر مشتمل تقاریر کے سننے سنانے کا پُر امن طریق پر انتظام کریں ۔اور پھر امن وآشتی کی فضا میں رہ کر اگر کوئی اپنی تشفی چاہتا ہو وہ تحریری یا زبانی سوال کر کے اپنی تشفی بھی کر سکتا ہے ۔اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔

(ماخوذ وملخص از کتاب ”میری یادیں حصہ اول“ تصنیف حضرت مولانا محمد حسین صاحب صحابی رضی اللہ عنہ)